رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
جون 2011ء

ماہنامہ

المرشد

اللہ
رسول
محمد

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی وَذَکَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ بُسۡرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الۡاِسۡلَامِ قَدۡ کَثُرَتۡ عَلَیَّ فَاَخۡبِرۡنِیۡ بِشَیۡءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطۡبًا مِنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ

حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کہ میں احکام شریعت کی تکمیل میں اپنے آپ کو عاجز پاتا ہوں، مجھے کوئی عمل تعلیم فرمائیں، جسے میں حرز جان بنالوں۔ فرمایا، تیری زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہے

دنیا کی نعمتیں اس حیات سے ہیں جن کا تعلق زندگی سے ہے، لیکن دو عالم کی نعمتیں اس حیات سے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں سے ملتی ہے۔ اس کی بنیاد ہے، بعثت عالی

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

تصوف

سلسلہ عالیہ

میں نے اکثر سلاسل تصوف کو دیکھا ہے پرکھا ہے پڑھا ہے یہ سلسلہ عالیہ کی وسیع النظری ہے کہ یہاں کوئی پابندی مشائخ کی طرف سے نہیں ہے سادہ سا کام ہے کہ آپ قرآن وسنت کا اتباع کیجئے خود پڑھئے ترجمہ پڑھیئے، کسی قریبی عالم سے سیکھیئے، کسی مفتی سے مسئلہ پوچھیئے، کسی مولوی سے پوچھیئے، کسی دین دار آدمی سے پوچھیئے اور کوشش کیجئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہو، دین پر عمل ہو۔ اور اس سے زیادہ آسانی کیا ہوسکتی ہے۔ ہر سلسلے میں پابندیاں ہیں کھانے پر، لوگوں کے ملنے پر، نیند پر، آنے جانے پر، اتنے وقت سے زیادہ سو نہیں سکتے، اس طرح لوگوں سے مل نہیں سکتے، اس طرح تنہائی میں رہیں، یہ کریں وہ کریں، یہاں تو یہ بھی نہیں ہے۔ سادہ اور سہل زندگی جو اس شعبے کے طالبوں کی ہے وہ سب سے زیادہ آسان اور سہل اس سلسلہ عالیہ میں ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ساری پابندیاں اٹھا کر جتنی جلدی اور جتنی برکات اس سلسلے میں نصیب ہوتی ہیں ساری پابندیاں لگا کر دوسرے سلاسل میں عمریں لگانے سے بھی وہ برکات نصیب نہیں ہوتی۔

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

جون 2011ء رجب المرجب 1432ھ

جلد نمبر 32 شمارہ نمبر 10

مدیر محمد اجمل

سرکولیشن منیجر : رانا جاوید احمد

قیمت فی شمارہ 25 روپے

PS/CPL#15

فہرست

ادار یہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوالِ شیخ	انتخاب	5
بعثتِ رحمت عالم ﷺ	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
مغربی عہد اقتدار میں دنیا کے معنوی خسارے	سید ابوالحسن علی ندوی	15
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	19
دوائے شافی	فیض الرحمن اسلام آباد	25
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	34
من الظلمت الی النور	تاج محمود چشتی لاہور	42
جو دلوں کو فتح کرلے	اوریا مقبول جان	47
Anointment of the Universal Mercy-saws		53
HAZRAT JI-rua's DEBATING ERA		56

www.owaisiah.com/www.naqashbandiahowaisiah.com

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ، یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
افریقہ، آسٹریلیا اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562255, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

شرک خفی

یہ شرک خفی ہے۔ جس میں لوگ بظاہر تو اللہ کا سجدہ کرتے ہیں مگر اس سجدے سے بھی دنیا حاصل کرنا یا کوئی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں ان نام نہاد مسلمانوں کو ضرور سبق حاصل کرنا چاہیے جنہوں نے اسلام کے نام پر رسومات اور رواجات کو اپنا رکھا ہے حتیٰ کہ برصغیر میں کتنی رسوم ایسی ہیں جو خالص ہندوؤں کی مذہبی رسوم ہیں اور اب اسلام کے نام پر نادان مسلمانوں میں پھیلائی جا رہی ہیں وہاں کوئی جھل فریب تو چل نہ سکے گا نہ ہیرا پھیری ہوگی مگر قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ دنیا میں اوصاف ربوبیت بانٹ رکھے تھے کہیں سے اولاد حاصل کرتے اور کہیں چڑھاوا اموال حاصل کرنے کیلئے چڑھاتے، کسی کو مشکل میں پکارتے اور کسی کی طرف آسانیاں منسوب کرتے۔ غرض سارا نظام ربوبیت بانٹ کر مختلف ہستیوں کو اپنے خیال کے مطابق ان کاموں پر لگا رکھا تھا اور ساتھ اسلام کا دعویٰ بھی تھا جیسے نصاریٰ مبتلائے شرک بھی ہیں اور اہل کتاب بھی کہلاتے ہیں۔ جب میدان حشر میں بات صاف ہوئی کہ کسی نبی یا ولی یا نیک صالح آدمی نے تو نہ ایسا دعویٰ کیا تھا نہ ایسا کام کرنے کا حکم دیا تھا یہ سب ان کا اپنا وہم تھا جس کی قلعی کھل گئی اب کچھ جواب بن نہیں پڑتا تو بڑی سوچ بچار کے بعد عرض کرتے ہیں اللہ کی قسم اے ہمارے رب ہم شرک تو نہ تھے۔ فرمایا دیکھئے اپنے کردار کو خود جھٹلا رہے ہیں اس لئے کہ آج سب غلط فہمیاں دور ہوگئیں دور تو دنیا میں بھی ہو سکتی تھیں اگر آپ ﷺ پر اعتبار کرتے آپ ﷺ کی بات کا یقین کرتے تو دنیا میں ہی بات صاف ہو جاتی مگر وہاں ان بدبختوں کو خواہشات نفس نے اندھا بہرا کر دیا تھا۔ آپ اپنے زمانے کے مبتلائے شرک اور مبتلائے وہم لوگوں کو دیکھئے تو سہی کہ آپ کی بات سنتے ہیں اور بڑے کان لگا کر سنتے ہیں۔ انسان ویسے بھی فطرتاً حسن پسند واقع ہوا ہے بات حسین ترین ہو کہ اللہ کی ہو، لب خوبصورت ترین ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہیں، آواز بے مثل ہو، معانی بے مثال ہوں تو سننے والے کو تو سوائے اس کے کہ دل بار دے اور کوئی راستہ ہی نہیں مگر ان پر الٹا اثر ہوتا ہے اس لئے کہ دل کی حیات ہے ایمان باللہ اور دل کی قوت ہے اطاعت الٰہی۔ ان کے پاس دونوں نہیں ہیں نہ یہ حاصل کرنا چاہتے ہیں بلکہ اپنے وہم کے مطابق اپنے خود تراشیدہ خداؤں پہ خوش بیٹھے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ

امریکہ کے نزدیک سرکاری طور پر اسامہ بن لادن کا باب تمام ہوا اور اپنے پیچھے کئی سوالات چھوڑ گیا جو تاریخ پر ہمیشہ قرض رہیں گے۔امریکہ کو ایبٹ آباد میں اس کی موجودگی کا علم اب ہوا یا پہلے سے تھا؟ کہیں ایبٹ آباد کا یہ پنجرہ صیاد کی ایما پر تو نہیں بنایا گیا؟ یہ ہلاکت تھی یا شہادت؟ میت سمندر برد ہوئی یا نہیں؟ ایرانی صدر کا یہ دعویٰ کہ ان کے پاس اسامہ کی بہت پہلے طبعی موت کے ثبوت ہیں؟ اسامہ تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہنے والا ایک کردار ہے جس کے ساتھ بہت سے حقائق اور کئی ایک مفروضے وابستہ ہیں۔اب کون سا کردار تخلیق ہوگا اور کن مفروضوں پر طالع آزما دنیا کی بساط پر کسی نئے کھیل کا آغاز کریں گے؟ اسامہ کے بیٹے حمزہ کی گمشدگی اور جانشینی کی خبر مغربی میڈیا نے ریلیز تو کی ہے لیکن اگلا باب تاحال سربستہ راز ہے۔

حضرت امیر المکرم نے چند الفاظ میں اس واقع کا جو تجزیہ فرمایا ہے وہ اس کی تمام جہتوں پر محیط ہے۔"جب تک اسامہ بن لادن امریکہ کے لئے زندہ مفید تھا اسے زندہ رکھا گیا اور جب اس کی موت میں فائدہ نظر آیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔امریکی صدر اوباما نے اپنی دوسری ٹرم کے الیکشن کے لئے اپنا راستہ ہموار کیا ہے۔اسامہ بن لادن کے قتل پر شدید ردِعمل سامنے آئے گا اور مجموعی طور پر سب سے زیادہ گھاٹا پاکستان کو ہوگا۔خصوصی طور پر اسلامی ممالک میں دہشت گردی کی وارداتوں میں اضافہ ہوگا اور غیر ملکی ایجنسیاں ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت اسلامی ممالک میں دہشت گردی میں اضافہ کو تقویت دیں گی۔" مغربی پریس اور امریکی سینیٹرز کے بیانات کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس واقعہ کو بنیاد بناتے ہوئے انتہائی اقدام اٹھانے کی بات ہو رہی ہے اگرچہ اس راہ میں ان کی اپنی مجبوریاں بھی حائل ہیں۔

محب وطن دانشور سقوط ڈھاکہ کے بعد سانحہ ایبٹ آباد کو ہماری قومی تاریخ کا دوسرا بڑا رسوا کن واقعہ قرار دے رہے ہیں۔مکمل نہ سہی لیکن بہت حد تک مماثلت نمایاں ہے۔پاکستان کی خود مختاری اور سرحدوں کا تقدس پامال ہوا اور میڈیا پر جب یہ خبر نشر ہوئی تو اس سے ہر خوددار پاکستانی کے جذبات مجروح ہوئے۔جس پاکستانی کے دل میں آج بھی سقوط ڈھاکہ پر رسوائی اور اذیت کی یاد باقی ہے' سانحہ ایبٹ آباد پر اس کا دل ایک مرتبہ پھر اسی کیفیت سے دوچار ہوا ہوگا۔امریکہ نے جب سربراہ مملکت کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو ان کی طرف سے بغیر کسی تحفظ کے بے ساختہ اظہار توصیف ہوا جس پر قوم کو صرف حیرت ہی نہیں' افسوس بھی ہوا۔میڈیا کے ذریعہ جب شدید عوامی ردِعمل سامنے آیا تو ایک ناقابل فہم تاخیر کے بعد قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد کے ذریعے قومی جذبات اور ردِعمل کو امریکہ تک بین السطور پہنچانے کی کوشش کی گئی۔اس قرارداد سے کون کیا مفہوم اخذ کرتا ہے' یہ بھی ایک سوالیہ نشان ہے۔

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔اگر 35 ہزار شہداء کا خون باہمی اعتماد کے لئے ناکافی ہے تو اب بھروسہ کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ یہ قومی غیرت اور خود مختاری کا نہیں' باہمی مفادات کا سودا ہے جو برابری کی بنیاد پر طے کیا جا سکتا ہے۔یہود و نصاریٰ سے معاہدات و معاملات ممنوع نہیں۔دین اشتراکِ عمل کی اجازت دیتا ہے لیکن ان پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے نہ وہ دوستی کے اہل ہیں۔اب تک پاکستان کے ارباب اختیار نے قوم کو اعتماد میں لئے بغیر امریکہ سے جو معاملات خود طے کئے' خواہ کسی ٹیلیفون کال پر' ستون اینج میں دھکیل دینے کے ڈراوا سے یا ذاتی مفادات کے لئے' ان سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا جائے۔اللہ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ' وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔" اللہ کا فرمان ایک اٹل حقیقت اور ہمارا جزو ایمان ہے۔اب جو معاہدہ بھی کرو' اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے کرو اور پوری قوم کو ساتھ لے کر چلو۔یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا حوصلہ عطا فرمائے گا۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر — نشانِ منزل

کون سی ایسی بات ہوئی ہے — سوچ سمندر

متاعِ فقیر — آس جزیرہ — دیدہ تر

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

غزل

پھر آئی بہاراں ذرا مجنوں کو صدا دو
بے تاب ہیں پروانے کوئی شمع جلا دو

پھر بزم میں ہوں گے یہاں عشاق کے چرچے
غیروں کے طلبگار کو محفل سے اٹھا دو

آؤ کہ درِ یار سے آتی ہیں صدائیں
گر وصل کے طالب ہو تو مقتل کو سجا دو

جو خون ابلتا ہے رگ جان کے اندر
اس خون کو محبوب کے قدموں پہ لٹا دو

کٹ جاؤ مگر پاؤں میں لغزش نہیں آئے
جاں ہار کے پھر قوم کی قسمت کو جگا دو

کٹتا ہے گلو مسلم مظلوم کا ہرجا
اترو سرِ میدان یہ سب ظلم مٹا دو

بارود کے اس ڈھیر پہ ہے کفر کی سرکار
ایماں کے شرارے سے اسے شعلہ دکھا دو

اس کی مٹی پہ کرو دین کو نافذ
یوں نام محمدؐ سے گلستان سجا دو

سیماب ہیں اس بات کے یہ دونوں سلیقے
عظمت تیا شہادت ہی سے منزل کا پتہ دو

''کونسی ایسی بات ہوئی ہے'' سے اقتباس

اقوالِ شیخ

- ☆ موت کا حسن بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے بشرطیکہ اللہ کرے اس کے حسین رخ سے تعلق ہو۔
- ☆ مؤمن کے امورِ دنیا بھی اطاعت الٰہی کا روپ اختیار کر کے درجۂ عبادت کو پا لیتے ہیں۔
- ☆ مومن کی نشانی یہ ہے کہ جب اللہ کریم کا ذکر ہو تو اس کا دل روشن اور باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم کی آیات سن کر اس کے ایمان و یقین میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔
- ☆ دو باتیں ہر معاشرے کی بنیاد ہیں: اول معاشی نظام، دوم نظریاتی اساس
- ☆ ہر نیکی پر مرتب ہونے والے اخروی ثواب کے اثرات نیک آدمی کے دل کو دنیا میں بھی سکون فراہم کرتے ہیں۔
- ☆ ہر گناہ سے آخرت میں ایک عذاب تیار ہوتا ہے۔ یہی عذاب منعکس ہو کر گناہگار کی دنیوی زندگی کو تلخ کر دیتا ہے۔
- ☆ ذکر الٰہی اس کائنات کی روح ہے جب یہ نہیں ہوگا تو پھر دنیا کی عمر بھی تمام ہو جائے گی۔
- ☆ حسن ہمیشہ خطرات میں ہی نظر آتا ہے جن پھولوں پر کانٹوں کا پہرہ نہ ہو وہ ہمیشہ خوشبو سے خالی اور نظر کا دھوکا ہی ثابت ہوتے ہیں۔

ذاکر وہی ہے جو اپنے قلب سے اللہ کا ذکر کرے اور جو قلب سے ذکر نہ کرے وہ ذاکر نہیں

(الفتح الربانی۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد ورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جارہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

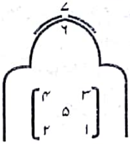

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جاٹکرائے۔

برکاتِ بعثت رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

حضرت شیخ المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ عالی کا 18 مارچ کو الاخوات لاہور کے جلسہ سے خطاب

اعوذ بالله من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ وَ اَنَّہٗۤ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ o وَ اتَّقُوۡا فِتۡنَۃً لَّا تُصِیۡبَنَّ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡکُمۡ خَآصَّۃً وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ۔ (الانفال :25)

ہمارا آج کا موضوع ہے برکات بعثت رحمت دو عالم ﷺ۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات سے دو قسم کی برکات کا ظہور ہوا۔ ایک جو صرف دار دنیا کے لئے ہیں اور دوسری جو دنیا و آخرت دونوں جہانوں کے لئے مخلوق کو ملتی ہیں۔ حضور ﷺ کے بارے ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء:107) ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ رحمت الٰہی دو طرح سے ہے۔ اللہ کے دو صفاتی نام الرحمٰن، الرحیم دونوں رحمت سے مشتق ہیں۔ رحمٰن اور رحیم میں فرق یہ ہے کہ رحمانیت وہ صفت ہے جو ایک خاص وقت تک کے لئے ہے۔ رحمٰن کے وزن پر عطشان ہے۔ سخت پیاسا آدمی ہو تو کہتے ہیں عطشان یعنی بہت زیادہ پیاسا۔ لیکن پیاس دائمی صفت نہیں ہوتی وقتی صفت ہوتی ہے، پانی مل جائے تو پیاس ختم ہو جاتی ہے۔

رحمانیت سے کائنات کا ہر ذرہ مستفید ہو رہا ہے، عرش و کرسی سے لے کر تحت الثریٰ تک آسمانوں میں، زمینوں میں، فضاؤں میں، ستاروں میں، سیاروں میں، عرش و کرسی، جنت دوزخ غرض ہر چیز کا وجود خود رحمت الٰہی کا مظہر ہے۔ اس کی رحمت سے ہر شئے کو وجود ملا ہے یعنی کائنات میں جتنی چیزیں ہیں ان کا وجود پانا رحمت الٰہی ہے، ان کا برقرار رہنا رحمت الٰہی ہے، ان میں جو خصوصیات ہیں وہ رحمت الٰہی ہے، ان پہ جو پھل آتا ہے وہ رحمت الٰہی ہے۔ جانور چرند پرند ہر چیز اسی کی رحمت ہے۔ لیکن یہ رحمت الرحمٰن سے مشتق ہے۔ یہ رحمانیت ہے۔ الرحیم رحمت کا دوسرا شعبہ ہے جیسے عربی میں کہتے ہیں۔ الحکیم، فہیم، حلیم تو یہ اوصاف دائمی ہیں۔ اگر کوئی حکیم و دانا ہے تو یہ دائمی صفت ہے۔ یہ کسی طرح ختم نہیں ہوتی جب تک وہ زندہ ہے وہ حکیم ہے۔ رحیمیت رحمت کا وہ شعبہ ہے جسے دوام ہے۔ رحمانیت سے کافر کو بھی حصہ ملتا ہے، مشرک، گنہگار، بدکار ہر ایک کو ملتا ہے۔ کافر اور مشرک کو بھی وجود ملتا ہے، زندگی ملتی ہے، سمع و بصارت ملتی ہے، حواس خمسہ ملتے ہیں، اولاد ہوتی ہے، مال و دولت ملتا ہے، حکومت مل جاتی ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ سارے رحمانیت کے مظاہر ہیں۔ ان کے پاس یہ نعمتیں تب تک ہیں جب تک یہ دنیاوی زندگی باقی ہے۔ جب موت آئے گی یہ ساری نعمتیں منقطع ہو جائیں گی۔ اور کافر چونکہ ایمان نہیں لایا تو رحمت کا کوئی حصہ اس کے پاس

نہیں، وہ خالی ہاتھ ہو جائے گا۔ حضور ﷺ چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ کے وجودِ عالی سے دونوں طرح کی رحمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

ہمارے ہاں میلاد منانے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں ایک بات میں عرض کر دوں کہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر ہو، آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے متعلق ہو، آپ ﷺ کی کسی صفت کے متعلق ہو، آپ ﷺ کے معجزات کے متعلق ہو، آپ ﷺ کی برکات کے متعلق ہو، آپ ﷺ کے لباس عالی کے متعلق ہو، آپ ﷺ کے خاندان عالی کے متعلق ہو، کسی بھی شعبے میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر برکت اور رحمت الٰہی ہے۔ اس کے لئے نہ کوئی دن مخصوص ہے نہ کوئی مہینہ نہ کوئی لمحہ مخصوص ہے بلکہ زندگی کے ہر لمحے میں جتنا ذکر محمد رسول اللہ ﷺ کیا جائے۔ اتنا ہی نور "علیٰ نور" ہے۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں ذکر خیر ہو محمد رسول اللہ ﷺ کا تو اس کا ادب و احترام بھی اسی طرح واجب ہے جتنی حضور ﷺ کی عظمت۔ یہ جو طریقے ہم نے بنالئے ہیں کہ بازاروں میں جلوس، جشن کرنا، پٹاخے چلانا، شور شرابے اور غلغلے کرتے ہیں یہ سب حرام ہیں یہ خلاف ادب ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ولادت باسعادت پر جتنی برکات نصیب ہوئیں وہ صرف مومنوں کے لئے نہیں تھیں وہ سب کے لئے تھیں۔ مومن تو تھے ہی نہیں۔ ایمان کا وجود تو تب ظہور پذیر ہوا جب حضور ﷺ نبی مبعوث ہوئے۔ تو جو ایمان لایا وہاں سے اسلام شروع ہوا، وہاں سے مومن شروع ہوئے۔ بعثت سے پہلے تو دو طرح کے لوگ تھے۔ اکثریت کافر تھی چندے خوش نصیب ایسے تھے جو کفر نہیں کرتے تھے، شرک نہیں کرتے تھے، بتوں کو سجدہ نہیں کرتے تھے، لیکن وہ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ اور وہ کہتے تھے شرک کرنا صحیح نہیں ہے۔ اللہ واحد ہے لاشریک ہے اس جیسا کوئی نہیں لیکن وہ کیسا ہے، اس کی ذات کیسی ہے، اس کی صفات کیسی ہیں، وہ کس بات پر راضی ہے، وہ کس بات پر راضی نہیں ہے یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ ایسے چند لوگ موحد تھے جیسے حضور ﷺ کے دادا جان۔ جب ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تو انہوں نے اہل شہر سے کہا کہ ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس کے پاس بہت لاؤ لشکر ہے، طاقتور فوج ہے، ہاتھیوں کی بھی ایک فوج ہے اور بہت بڑی سلطنت کا بادشاہ ہے اور بہت طاقتور ہے ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا شہر خالی کر دو پہاڑوں پر چلے جاؤ۔ ابرہہ نے منیٰ کے ابتدائی حصہ پر پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ اس کے لشکریوں نے حضرت عبدالمطلب کے کچھ اونٹ ہانک لئے تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اسے پتہ چلا کہ مکہ کے بہت بڑے سردار اور رئیس ہیں اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس نے وقت دیا۔ حضرت تشریف لے گئے، پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا میرے اونٹ جن پر تمہارے لشکریوں نے قبضہ کر لیا ہے وہ مجھے واپس چاہئیں تو وہ بڑا حیران ہوا۔ اس نے کہا آپ کمال کرتے ہیں میں سمجھا آپ بیت اللہ اپنے کعبہ کی کوئی بات کریں گے میں اس ارادے سے آیا ہوں کہ اس کعبہ کو ڈھادوں میں نے اپنے ملک میں ایک کعبہ بنالیا ہے تاکہ لوگ وہاں حج کریں۔ میں تو سمجھا آپ کعبہ کی بات کریں گے۔ انہوں نے فرمایا، بات یہ ہے کہ میں اونٹوں کا مالک ہوں یہ اللہ نے مجھے دیئے ہیں اس کعبہ کا بھی ایک مالک ہے اس کی بات وہ تم سے کرے گا اس کی حفاظت میرے بس میں نہیں ہے۔ تمہاری طاقت ہماری مادی طاقت سے زیادہ ہے۔ لہٰذا کعبہ کی بات وہ

کرے گا جو اس کا مالک ہے۔ میں جس چیز کا مالک ہوں میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ تو جب شہر خالی کیا جا رہا تھا تو آپ نے سردارانِ قریش کو جمع کر کے کعبۃ اللہ میں دعا کی۔ سیرت کی کتابوں میں ان کی یہ خوبصورت دعا ملتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ "اللہ تو مالک ہے، تو واحد ہے لاشریک ہے، یہ تیرا گھر ہے وہ ایک مشرک کافر ہے جو تیرے گھر کو ملیا میٹ کرنا چاہتا ہے۔ تو نے ہمیں وہ وسائل نہیں دیئے کہ ہم اس کا مقابلہ کریں لہٰذا تو کرم کر اور اپنے گھر کی خود حفاظت فرما"۔ اس کا مطلب ہے عبدالمطلب مؤحد تھے، مشرک نہیں تھے۔ لیکن صرف یہ جانتے تھے کہ اللہ جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ وہ کیسا ہے؟ وہ کہاں ہے؟ اس کی عبادت کیسے کرنی چاہیے؟ کس کام سے اس نے روکا ہے؟ کونسا کام کروں؟ یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ حضرت صدیق اکبر ؓ سے بتوں کو سجدہ کرنا ثابت نہیں۔ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے فاروقِ اعظم ؓ سے بھی ثابت نہیں، خلفائے راشدین ؓ سے کسی سے بھی بتوں کو سجدہ ثابت نہیں ہے۔

لیکن ایمان شروع ہوتا ہے حضور ﷺ کی بعثت سے۔ جتنی برکات بعثت سے پہلے آئیں وہ مومن کا فرسب کو ملیں۔ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے تو ایمان جیسی نعمت نصیب ہوئی۔ جس پر قرآن بھی زور دے کر کہتا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (ال عمران 164) حضور ﷺ کی ولادت باسعادت تو چالیس برس پہلے ہو چکی۔ اللہ کریم نے فرمایا یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کرنے کی حد کر دی بہت بڑا احسان کیا۔ اذ بَعَثَ فیھم رسولاً اپنے رسول ﷺ کو مبعوث کیا۔ گویا اللہ کریم انعام الٰہی کو بعثت سے شروع کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ایمان شروع ہوتا ہے بعثت عالی سے۔ سو برکات بعثت شمار نہیں کی جاسکتیں اگر ایک ایک کر کے کوئی گننے لگ جائے تو وہ گن نہیں سکتا۔ اس محدود وقت میں میں ایک بنیادی بات عرض کرنا چاہوں گا۔ جس کی طرف قرآن کریم نے بڑا واضح اور تاکیدی حکم دیا ہے۔ یعنی فرمانبرداری کرنے میں دیر نہ ہونے دینا۔ بعثت ہوئی، بعثت کے بعد برکات بعثت کی تقسیم شروع ہوگئی۔ تو برکات بعثت میں بنیادی بات کیا ہے؟ فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ! اے وہ خوش نصیبو جن کو ایمان نصیب ہو گیا ہے، جنہیں کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نصیب ہو گیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات فوراً قبول کرو، سستی نہ کرو، کاہلی نہ کرو، دیر نہ لگاؤ۔ اللہ کی بات لوگوں تک کیسے پہنچے گی۔ ایک ہی ذریعہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ اللہ کی بات اس کے رسول ﷺ کے ذریعے پہنچے گی۔ ہر بندہ تو اللہ کی بات براہ راست نہیں سن سکتا۔ یہ منصب صرف نبی اور رسول ﷺ کا ہے۔ تو فرمایا جو رسول ﷺ فرمائیں گے وہ میری بات ہوگی۔ اللہ کی بات ہوگی، لہٰذا جب حضور ﷺ فرمائیں تو فوراً قبول کرو۔ کیوں؟ لِمَا يُحْيِيْكُمْ اسلئے کہ حضور ﷺ کی بات قبول کرنے، خلوص دل سے آپ ﷺ کی غلامی اور اطاعت کرنے میں زندگی ہے آپ ﷺ تم کو اس لئے حکم دے رہے ہیں کہ وہ تمہیں زندگی عطا کریں اور جس طرح رحمت کے دو شعبے میں نے عرض کئے اسی طرح زندگی کے بھی دو شعبے ہیں۔ ایک مادی زندگی جو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جانوروں میں بھی ہے، پرندوں میں بھی ہے، انسانوں، درندوں، نباتات، جمادات میں بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق یہ زندگی ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں کہ کب

ساتھ چھوڑ جائے۔آپ نے دیکھا بچہ ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے، اوراس میں جب روح پھونک دی جاتی ہے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے جب ایک سوبیس دن کا حمل ہوجاتا ہے تواس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ اس کے پانچ مہینے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے پانچ مہینے ماں کے پیٹ میں بھی بچہ زندہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات بچے ماں کے پیٹ میں مرجاتے ہیں، کسی بیماری کے باعث یا چوٹ لگنے کی وجہ سے۔ یعنی جب تک بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے تو اپنی غذا اندر سے ہی لیتا رہتا ہے لیکن وہ زندگی مکمل تو نہیں ہوتی۔ نہ وہ باہر کا کھانا کھاتا ہے، نہ بات کرتا ہے، نہ باہر کی ہوا استعمال کرتا ہے۔ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (النور: 40) تاریکیوں پر تاریکیاں ہیں جن میں وہ محفوظ ہوتا ہے پھر وہ پیدا ہوتا ہے تب بھی وہ زندہ ہے۔ لیکن نہ خوراک کھا سکتا ہے نہ پانی پی سکتا ہے نہ ہاتھ ہلا سکتا ہے نہ مکھی اڑا سکتا ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد پھر اسے وہ شفقت وہ محبت چاہیے جو ماں دیتی ہے۔ اس کی حفاظت کرتی ہے، اسے دودھ پلاتی ہے، اسے غذا دیتی ہے، بیمار ہو تو دوا دیتی ہے، اسے صاف ستھرا کرتی ہے، اسے نہلاتی دھلاتی ہے، اسکے کپڑے بدلتی ہے، راتوں کو جاگتی ہے، اسے سلاتی ہے، پھر وہ بڑی محنت کے بعد اس قابل ہوتا ہے کہ وہ پاؤں پر چلنا شروع کرے پھر توتلی توتلی باتیں کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ نشوونما پا کر وہ بیس پچیس سال میں ایک جوان بنتا ہے۔ دنیا کی زندگی کا یہ طریقہ ہے۔ اگر عین جوانی اور عالم شباب میں جب وہ طاقتور ہو تو بعض لوگ ہیروئین پینا شروع کردیتے ہیں، شراب، چرس اور سگریٹ پینا شروع کردیتے ہیں، برے کرتوت شروع کردیتے ہیں۔ تو کیا وہ جوانی بچ جاتی ہے؟ جوانی کو تو دیمک لگ جاتی ہے اور چندے بعد آپ دیکھتے ہیں وہی جوان گلیوں میں پڑے ہوتے ہیں آوارہ کتوں کی طرح وہی کڑیل جوان اس حال کو پہنچ جاتے ہیں۔

ایک زندگی اور بھی ہے جو روح کی زندگی ہے جو حقیقی زندگی ہے۔ روح کی حیات شروع ہوتی ہے ایمان سے۔ جس نے پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کی روح کو حیات ملی۔ جسے کلمۂ حق نصیب نہیں ہوا اس کی روح مردہ ہے۔ لیکن جب تک بدن سے الگ نہیں ہوتی اس کے پاس فرصت ہے کہ کبھی بھی کلمۂ حق قبول کرے حیات پا جائے گا۔ اگر اس بدن پر موت وارد ہوگئی اور روح کو بدن سے الگ کردیا گیا تو پھر اس کا دروازہ بند کردیا جائے گا پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مارا گیا۔ جیسے عرب شاعر نے کہا تھا۔

''وَاَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُهُمْ'' کہ موت سے پہلے، قبر میں جانے سے پہلے ان کے جسم قبریں ہیں۔ ان میں مردہ روحیں ہیں، یعنی خود قبر میں جانے سے پہلے ان کے جسم جو ہیں وہ روحوں کی قبریں بن گئی ہیں۔ قرآن حکیم کا تصورِ موت یہی ہے۔ قرآن اسی کو مردہ کہتا ہے، جس میں ایمان نہیں، اب جب رسول اللہ ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو جس نے کلمہ پڑھا اس میں روح آ گئی لیکن نوزائیدہ بچے کی طرح ہے کلمہ پڑھے سال ہوا دو سال ہوئے چار ہوئے دس ہوگئے، بچپن سے پیدا ہوا تو کلمہ نصیب ہوگیا۔ عہد رسالت مآب ﷺ میں تو لوگوں نے اپنی مرضی سے کلمہ پڑھا۔ ہم خوش نصیب ہیں ہمیں پیدائشی طور پر کلمہ نصیب ہوگیا۔ ہم جیسے ہی دنیا میں آئے تو کان میں اذان کی آواز آئی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بڑی خوش نصیبی کی

بات ہے۔ سو ہم زندہ ہو گئے لیکن اب ہمیں زندگی کے لئے ہوا اور آکسیجن بھی چاہیے، لباس بھی چاہیے تمام ضروریات زندگی بھی چاہئیں بڑا گھر بھی چاہیے زمینداری، ملازمت اور عہدہ بھی چاہیے۔ روح کی زندگی کے لئے ضروریات زندگی کہاں سے ملیں گی؟ فرمایا: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ۔ اے ایمان والو! جب نبی پاک ﷺ کا حکم آئے تو سر دھڑ کی بازی لگا دو۔ اپنی پوری کوشش کرو اور فوراً کرو، تعمیل ارشاد میں سستی بھی نہ کرو، کہ اسی سے تمہیں زندگی ملتی ہے، روح کو حیات ملتی ہے، برکات بعثت رحمت دو عالم ﷺ سے۔ اور حیات ایک دفعہ مل گئی تو بات ختم نہیں ہوگئی۔ جس طرح بچے کو لڑکپن اور جوانی تک کے لئے نگہداشت، جوانی میں روزگار اور کاروبار، بڑھاپے میں پنشن اور اولاد کا سہارا چاہیے کہ زندگی تو محتاج ہے قبر میں جانے تک۔ اسی طرح روح کی حیات بھی محتاج ہے۔ غذا کی، دوا کی، آکسیجن کی، سانس لینے کی، لباس کی عہدے روزگار اور پنشن کی، روح کی حیات کا یہ سب سامان کہاں سے ملے گا؟ فرمایا جب میرا رسول ﷺ کچھ ارشاد فرمائے تو اس تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ کرو، سستی نہ کرو، اپنا پورا تن من دھن لگا دو جتنا کر سکتے ہو کرو تو تمہاری روح کی حیات کی ہر نعمت تمہیں ملتی چلی جائے گی۔ میرا نبی ﷺ تمہیں حکم دیتا ہی اسی لئے ہے۔ لِمَا یُحْیِیْکُمْ کہ تمہیں زندگی عطا کرے۔

انسان بشر ہے کبھی سستی بھی کر جاتا ہے۔ جیسے بچہ ہے چلنے پھرنے لگے تو ماں باپ کی بات نہیں بھی مانتا ضد بھی کرنے لگ جاتا ہے۔ بڑا ہو جائے، جوان ہو جائے تو کہتا ہے ابا جی بھولے ہیں، چھوڑو ان کی باتوں کو۔ گستاخ ہو تو کہتا ہے، بابا جھل مارتا ہے، بابا بے وقوفیاں کرتا ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو فرمایا اگر تعمیل ارشاد میں تاخیر ہوگی وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ یاد رکھو! میں دیوار بن جایا کرتا ہوں بندے اور اس کے دل کے درمیان میں۔ کبھی کوئی بھلائی تم تک پہنچنے نہیں دیتا۔ ذرا غور فرمایئے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے اور تمہارے دل کے درمیان دیوار بنا دوں گا بلکہ ارشاد ہوا۔ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ یاد رکھو جو تعمیل ارشاد میں کوتاہی، سستی کرے گا اس تک کوئی بھلائی نہ پہنچنے پائے گی۔ کسی نے تعمیل ارشاد بھی کیا لیکن بددلی سے ٹوٹل پورا کیا جیسا آج کل ہم نمازیں پڑھتے ہیں بھاگتے دوڑتے آئے، چند چھینٹے اڑائے، پاؤں تر کئے، کوئی رکوع آدھا کوئی پورا کر کے ٹوٹل پورا کر کے بھاگ گئے فرمایا: جو اس طرح تعمیل ارشاد کرے گا یہ

دعائے مغفرت

۱۔ ساہیوال سے سلسلہ کے ساتھی حافظ محمد احمد کے والد محترم وفات پاگئے ہیں۔
۲۔ لاہور سے سلسلہ کے ساتھی مولوی حفظ الرحمٰن وفات پاگئے ہیں۔
۳۔ گلگت سے سلسلہ کے ساتھی عبدالاحد قاشغری وفات پاگئے ہیں۔
۴۔ دیرکوٹ آزاد کشمیر سلسلہ کے ساتھی کے والدہ محترم وفات پاگئے ہیں۔
۵۔ ڈیرہ اسماعیل خاں سے سلسلہ کے ساتھی کی والدہ محترمہ وفات پاگئی ہیں۔
۶۔ گوجرانوالہ سے سلسلہ کے ساتھی امتیاز احمد کی والدہ محترمہ وفات پاگئی ہیں۔
۷۔ لاہور سے سلسلہ کے ساتھی عامر ندیم کی والدہ محترمہ وفات پاگئی ہیں۔

بات یاد رکھو میں، میری ذات، عظمت الٰہی اس کے اور اس کے دل کے درمیان دیوار بن جائے گی۔ کوئی برکت اس کے دل تک نہیں پہنچے گی۔ ایمان ضائع کر بیٹھے گا۔ اللہ رکاوٹ بن جاتا ہے، حائل ہو جاتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان۔ یہ تو دنیا میں ہو گیا تو تعمیل ارشاد میں کوتاہی کی اور قلب پر مہر لگ گئی۔ دین کی سمجھ جاتی رہی، ایمان جاتا رہا تو بات ختم ہو گئی؟ نہیں، فرمایا بات ختم نہیں ہوئی اب تو شروع ہوئی۔ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ تم نے حشر میں میرے سامنے پیش ہونا ہے وہاں سے عذاب وثواب اور سزا شروع ہو گی۔ پتہ وہاں چلے گا، یہاں تو اتنا ہوا کہ میں تمہارے اور تمہارے قلب کے درمیان خود حائل ہو گیا کہ تم نے میرے نبیؐ کی تعمیل ارشاد میں کوتاہی کی اور اگر کوتاہی نہیں کرتا، سستی نہیں کرتا تو اس کا دل حیات آفریں، حیات سے لبریز اور خود اللہ کا گھر بن جاتا ہے۔ اس میں اللہ بستا ہے۔ وہی دل دل زندہ ہے جو شخص تعمیل ارشاد کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہتا ہے۔ اور اگر سستی کی تو یاد رکھو میں، اللہ، ذات باری، بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہوں۔ میں خود کھڑا ہو جاتا ہوں، دیوار بن جاتا ہوں، کوئی رحمت کا ذرہ، قطرہ تک اس کے دل تک نہیں پہنچتا۔ اور بات یہاں تک ختم نہیں ہوتی یاد رکھو پھر تم نے میدان حشر میں میرے سامنے پیش ہونا ہے، پھر میں تم سے نمٹ لوں گا اور تم دنیا میں بھی آسودہ حال نہ رہو گے۔ جو میرے نبیؐ کی بات نہیں مانے گا وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۔ دنیا میں بھی مصیبتیں آئیں گی۔ کہیں سونامی چڑھ دوڑے گی، کہیں برق تپاں گرے گی، کہیں زمین پھٹ جائے گی، کہیں سمندر بغاوت کر جائے گا، کوئی نہ کوئی مصیبت تم پر آتی رہے گی۔ اور یہ یاد رکھو یہ صرف ظالموں پر نہیں آئے گی سب کو متاثر کرے گی۔ جنہوں نے کفر کیا انہوں نے تو بھاری ظلم کیا۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان:13) جو شرک ہوئے اللہ کی ذات کا انکار کیا انہوں نے تو بڑا ظلم کیا لیکن جب مصیبت آئے گی تو فرمایا صرف خاص طور پر ظالموں پر نہیں آئے گی بلکہ ان نیکو کاروں کو بھی بہالے جائیگی جو بزعم خود نیک بنے ہوئے ہیں، تعمیل ارشاد میں سستی بھی کرتے ہیں اور کوئی ظلم کرتا رہے اسے روکتے بھی نہیں، بتاتے بھی نہیں بات آگے نہیں چلاتے، بات سیدھی نہیں کرتے کہ لوگ ناراض ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ کے ارشادات عالی نہیں پہنچاتے۔ ضروری ہے کہ تعمیل ارشاد بھی کرو اور ارشاد عالی کی تبلیغ بھی علی الاعلان کرتے رہو، بتاتے رہو کہ یہ میرے نبی ﷺ کا ارشاد ہے اور ایسا کرنا چاہیے۔ جو لوگوں سے ڈرتے ہوئے یا دولت کے لالچ میں دین کی حقیقی بات نہیں کرتا، حق، ناحق کو ملا دیتا ہے یا درمیان سے گذر جاتا ہے کہ چور بھی ناراض نہ ہوں، ظالم قاتل بھی ناراض نہ ہوں، بدکار بھی ناراض نہ ہوں اور نیکو کار بھی خوش رہیں۔ فرمایا جب یہ مصیبت آئے گی ان سب کو ساتھ لے جائے گی۔ مفسرین نے ایک بڑی خوبصورت اور عجیب وغریب مثال لکھی ہے۔ فرماتے ہیں لشکر میں کچھ دلیر، جرأت مند، بہادر ہوں کچھ کمزور مزاج کے ہوں اور اگر وہ دلیر سستی کریں تو بزدل تو بھاگ جائیں گے لیکن جب بزدل بھاگ جائیں گے تو پھر چند مٹھی بھر دلیر رہ جائیں گے فتح وہ بھی نہیں پاسکیں گے وہ بھی مارے جائیں گے۔ فرمایا جو لوگ اپنے آپ کو نیک، دیندار اور متبع سنت سمجھتے ہیں انہیں چاہیے کہ ڈٹ کر پہلی صف میں کھڑے رہیں۔ حضور ﷺ کے

ارشاداتِ عالی کو واشگاف اور واضح لوگوں میں بیان کرتے رہیں۔

کوئی مانے نہ مانے۔

مداہنت سے اللہ حفاظت میں رکھے۔ یہ منافقت کی ایک قسم ہے۔ مداہنت کہتے ہیں ایسی باتیں کرنا جس سے چور بھی اور شریف بھی دونوں راضی رہیں۔ ان آیات میں تنبیہ کی جارہی ہے کہ مداہنت کا رویہ اپنانے پر جو عذاب الٰہی آئے گا وہ صرف ظالموں پر نہیں آئے گا۔ بلکہ نام نہاد نیکو کاروں کو بھی بہالے جائے گا۔ جیسے اس لشکر کو شکست ہوتی ہے جس کے دلیروں نے سستی کی۔ بزدل بھاگ گئے اب انہیں بھی بھاگنا پڑے گا۔ لہٰذا اس فتنے سے اللہ کے اس عذاب سے ڈرو جو خاص کر صرف ظالموں پر نہیں آئے گا اور ایک بات یاد رکھو! و اعلموا واضح الفاظ میں سن لو! جان لو! اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ اللہ کی سزائیں بڑی سخت ہیں۔ دنیاوی اسباب، دنیاوی طاقتیں، دنیاوی فوجیں، دنیاوی لشکر، دنیاوی خزانے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور آنِ واحد میں ہر چیز کو زیروزبر کر کے رکھ دیتے ہیں۔ مکانوں کی جگہ تباہ شدہ شہر رہ جاتے ہیں اور انسانوں کی جگہ مردہ ڈھانچے رہ جاتے ہیں۔ اس کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ اور پھر یہ عذاب یہیں پہ ختم نہیں ہوتا مصیبت یہ ہے کہ پھر یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گلے پڑ جاتا ہے۔ تو نہ صرف اس سے بچنے کا اہتمام کیا جائے بلکہ اتباعِ رسول ﷺ اختیار کیا جائے کہ اتباع نبی ﷺ میں ہی حیات جاوداں ہے۔ حیاتِ جاوداں نصیب ہو جائے تو موت کبھی اسے چھو نہیں سکتی۔ کیسی عجیب بات ہے موت آتی ہے بظاہر بندہ قتل ہو جاتا ہے بدن کے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں، بم پھٹتا ہے جسم کے پرخچے اڑ جاتے ہیں تلوار سے قتل ہو جاتا ہے گردن الگ ہو گئی دھڑ الگ ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ (البقرہ:154) جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں تم ان کا جنازہ پڑھتے ہو ان کے وجود دفن کرتے ہو لیکن انہیں مردہ نہ کہو۔ اس لئے کہ یہ جسم کے ساتھ روح کا جو تعلق دنیاوی زندگی کا تھا وہ ختم ہوا لیکن موت نہیں آئی۔ وہ زندہ ہے۔ لوگ حیرانی سے کہتے ہیں یا اللہ! ایک بندے کے جسم کے پرخچے اڑ گئے ہم نے اس کے اعضاء کی گٹھڑی باندھ کر اس کا جنازہ پڑھا اور اسے قبر میں رکھ کر مٹی ڈال دی اب وہ کیسے زندہ ہے؟ فرمایا تمہارا شعور، تمہاری عقل، تمہاری سمجھ اتنا کام نہیں کرتی کہ جان سکو کہ موت میں بھی حیات ہے۔ یہ حیات اس نے کہاں سے پائی؟ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد پر لبیک کہا اور اس لبیک کے بدلے میں قتل ہوا۔ تو اللہ نے فرمایا یہ قتل نہیں ہوا یہ شہید ہے۔ یہ قتل نہیں ہوا اس نے جان دے کر گواہی دی کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور میں تعمیل ارشاد میں نکلا ہوں تو اس نے موت کو شکست دے دی۔ اب یہ زندہ ہے۔

انسان کو خیال تو آجاتا ہے کہ ایک بندے کا جنازہ پڑھا ہم نے دفن کر دیا یا ہم تک خبر پہنچی کہ فلاں کو گولی لگی وہ شہید ہو گیا تو خیال آجاتا ہے کہ بندہ مر گیا۔ لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ (آل عمران:169) جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کے بارے یہ خیال نہ کرنا کہ وہ مردہ ہیں وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں، کھاتے پیتے ہیں موج کرتے ہیں۔ مادی زندگی کے ساتھ روح کا جو تعلق تھا وہ منقطع کر دیا گیا۔ وجود سے روح الگ کر دی گئی لیکن وہ زندہ ہے۔

مجھے یاد ہے ستر کی دہائی میں مسجد نبوی کی یہ جو بہت بڑی توسیع ہے وہ شروع ہوئی۔ ستر کی دہائی تک وہی پرانی مسجد شریف موجود رہی جو پہلے حکمرانوں کی تھی۔ پھر آل سعود نے بہت زیادہ توسیع کی اور اس توسیع میں عہد نبوی ﷺ کا پورا شہر مدینہ آ گیا۔ ستر کے ابتدائی سالوں میں ہمیں اللہ کریم وہاں لے گیا تو مسجد سے کافی فاصلے پر حضور ﷺ کے والد ماجد کا مزار گرامی تھا اور بہت بڑی

عمارت ترکوں نے اس پر بنادی تھی۔ گرد اگرد رہائشی کمرے تھے، درمیان میں مزار تھا، عمارت بند تھی اور تالے لگے ہوئے تھے۔ اسی طرح ایک صحابیؓ تھے حضرت عکاشہؓ۔ ان کا مزار بھی مسجد کی توسیع میں آیا تو وہ دونوں وجود مبارک نکالے گئے۔ حضورﷺ کے والد گرامی کا بھی اور حضرت عکاشہؓ کا بھی۔ موجود لوگوں نے دیکھا کہ چودہ سو سال بعد بھی ترو تازہ تھے پھر جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ صحابہؓ کے وجود دنیا کے مختلف ممالک میں جگہ جگہ سے نکالے گئے لوگوں نے دیکھے ترو تازہ تھے۔ اُحد میں جو حضرات دفن کئے گئے چالیس برس بعد وہاں سے نہر گزاری گئی حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں۔ جو وجود نکال کر منتقل کئے گئے وہ ترو تازہ تھے۔ قرآن حکیم کی زبان میں وہ مرے نہیں وہ زندہ ہیں۔ بدن کے ساتھ اس روح کا جو وقتی تعلق تھا جو زندگی دنیا کی ہے مادی ہے اس کا جو تعلق تھا وہ منقطع کر دیا گیا۔ وہ لوگ دنیا سے برزخ میں تشریف لے گئے لیکن مرے نہیں۔ انہیں یہ زندگی کہاں سے ملی؟ برکات بعثت رحمت دو عالمﷺ سے۔ آپﷺ کی برکات کا احاطہ ممکن نہیں آپﷺ جانیں اور آپﷺ کا پروردگار جانے۔ اللہ جانے اس کے حبیب ﷺ کی شان کیا ہے؟ غالب نے زندگی میں ایک ہی قیمتی شعر کہا ہے ویسے شعری اعتبار سے تو ان کے شعر بہت قیمتی ہیں، معنوی اعتبار سے یہ شعر بہت قیمتی ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

ہم نے حضورﷺ کی تعریف اللہ کے سپرد کر دی کہ صرف ایک وہ ذات ہے جو حضورﷺ کے مقام و مرتبہ کو جانتی ہے، احاطہ کر سکتی ہے۔ باقی کوئی نہیں۔ برکاتِ بعثتِ رحمت دو عالمﷺ کا احاطہ تو ممکن نہیں بنیادی بات یہ ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ زندگی سے ہے موت آجائے تو بادشاہ اور فقیر دونوں قبر میں اتر جائیں گے۔ موت تو موت ہے نیند آجائے تو بادشاہ اور فقیر کا حال ایک جیسا ہو جاتا ہے۔ کسی بادشاہ نے صبح اٹھ کر جھروکے سے دیکھا ایک فقیر پتھروں پر پڑا سو رہا ہے تو اس نے حکم دیا فقیر کو میرے دربار میں پیش کیا جائے۔ اسے دربار میں پکڑ کر لے آئے۔ بادشاہ نے پوچھا تمہاری رات کیسی گزری؟ میں یہ جاننا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا حضور کچھ آپ جیسی کچھ آپ سے بہتر۔ تو وہ حیران ہوا میں شاہی محل میں تھا۔ اپنی آرام گاہ میں تھا اور یہ زمین پر پڑا تھا اور مجھے کہتا ہے کچھ آپ جیسی کچھ آپ سے بہتر۔ اس نے کہا مجھے اس بات کی وضاحت کرو۔ اس نے کہا حضور میں زمین پر پتھروں پر لیٹا تھا آپ شاہی بستر پر، جب آپ سو گئے میں بھی سو گیا تو جیسا آپ ویسے میں سوتے میں بندے کو کیا خبر ہے کوئی قیمتی بستر ہے یا زمین پر ہے۔ مجھے بھی نیند آگئی میں بھی سو گیا، احوال سے بے خبر ہو گیا۔ آپ بھی سو گئے جیسا آپ ویسا میں جو سوتے میں گزری وہ آپ جیسی اور جب کہیں آنکھ کھلی تو میں نے اللہ کا ذکر شروع کر دیا میں اللہ اللہ کرتا رہا آپ کی آنکھ کھلی تو آپ امورِ سلطنت سوچتے رہے ہونگے۔ میرا وہ وقت آپ سے بہتر ہے۔ کچھ رات میری آپ سے بہتر گزری کچھ آپ جیسی گزری۔

تو ساری نعمتیں حیات سے ہیں۔ دنیا کی نعمتیں اس حیات سے ہیں جن کا تعلق زندگی سے ہے۔ لیکن دو عالم کی نعمتیں اس حیات سے ہیں جو محمد رسول اللہﷺ کے قدموں سے ملتی ہے۔ اس کی بنیاد ہے بعثتِ عالی۔ آپﷺ کا مبعوث ہونا۔ بطور خاتم النبیین کے، بطور آخری نبی کے، بطور خاتم الانبیاء کے۔ اور کائنات کی حیات حضورﷺ کی بعثت سے جڑی ہوئی ہے۔ مومن کی حیات بھی بعثت عالی سے جڑی ہوئی ہے اطاعت پیغمبرﷺ نصیب ہو تو یہ وہ زندگی ہے جسے موت نہیں آتی۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مغربی عہد اقتدار میں دنیا کے معنوی خسارے

سید ابوالحسن علی ندوی

یہاں مشرقی ایشیائی اقوام کے مادّی خساروں سے بحث نہیں، مغرب کے دورِ فتوحات میں مشرقی اقوام کو اپنے کن طویل وعریض ممالک سے دستبردار ہونا اور مغربی طاقت یا دانائی کے مقابلہ میں پسپا ہونا پڑا یہ بحث اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے اور اس کی تفصیل ان مختصر اوراق میں سمیٹی نہیں جاسکتی۔ ہمیں اس وقت نہایت اختصار کے ساتھ بلکہ اشارات میں یہ دکھانا ہے کہ مغرب کے اقتدار کے اس سیلاب میں جو تمام روئے زمین پر پھیل گیا ہے اور اس کے اثرات سے پہاڑوں کی چوٹیاں اور وادیوں کی گہرائیاں آزاد قوموں کے ضمیر بلکہ ہوا اور پانی بھی محفوظ نہیں، دنیا کو کیا معنوی روحانی اور اخلاقی خسارے برداشت کرنے پڑے؟ !اس عالمگیر انقلاب میں سب سے بڑا خسارہ مسلمان ہی کو برداشت کرنا پڑا ہے کہ جاہلیت کا تضاد واختلاف اسی کے نظام زندگی سے ہے اس لئے قدرتی طور پر جاہلیت کے غلبہ واقتدار میں اسی کو سب سے زیادہ نقصان برداشت کرنا چاہیے۔

حاسۂ مذہبی کا فقدان

اس دنیا کا انجام کیا ہے، کیا اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی ہے، اس کی کیا نوعیت ہے اور اس کے لئے اس زندگی میں کیا ہدایات ہیں اور وہ کہاں سے معلوم ہوسکتی ہیں؟ اس کے بعد کی زندگی کو پُر راحت بنانے کے لئے کیا اصول وتعلیمات ہیں اور ان کا ماخذ کیا ہے؟ روحِ انسانی کو ابدی راحت اور قلب کو دائمی سکون پہنچانے کا راستہ کیا ہے اور وہ کہاں سے دریافت ہوسکتا ہے؟

یہ وہ سوالات ہیں جنہوں نے مشرقی انسان کو سینکڑوں ہزاروں برس بے چین اور صورتِ سوال بنائے رکھا اور جو اس کے انتہائی مادّی استغراق اور خود فراموشی میں بھی اس کے قلب کی گہرائیوں سے بار بار اٹھتے رہے اور جواب مانگتے رہے۔ مشرق نے اپنے کسی دور میں بھی ان فطری سوالات کو ٹالا نہیں اور اپنے دل کی یہ آواز سُنی ان سُنی نہیں کی بلکہ اپنی زندگی کی تمام مشغولیتوں اور دماغ کی ساری کاوشوں میں ان کو پہلی جگہ دی۔ وہ اپنی تہذیب اور علوم کی ہزاروں سال کی تاریخ میں برابر ان سوالات کے حل کرنے اور ان کا تشفی بخش جواب تلاش کرنے کے ادھیڑبن میں رہا۔ بعد الطبیعی فلسفہ، علم کلام، تصوف، روحانیت، مجاہدہ وریاضت، علم وحکمت اور دوسرے مشرقی علوم وتجربات اس کے حل ہی کی مختلف کوششیں تھیں۔ اس نے اس کے لئے غلط راستے بھی اختیار کئے اور غلط وسائل بھی استعمال کئے اور اس کو اس میں کامیابی سے زیادہ ناکامیابی ہوئی لیکن اس سے اس واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ اہل مشرق کی زندگی میں یہ سوالات ہمیشہ موجود رہے اور ان کو اوّلین اہمیت حاصل رہی۔

اس موقع کے لئے اگر ہم فلسفہ ہی کی زبان استعمال کریں تو ہم یہ کہیں گے کہ اہل مشرق میں حواس ظاہری کے علاوہ ایک اور حاسہ بھی رہا ہے جس کو ہم حاسۂ مذہبی کہہ سکتے ہیں۔ جس طرح دوسرے حواس اپنا عمل کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے ان کے

محسوسات حاصل ہوتے ہیں اس طرح اس حاسّہ کے بھی کچھ محسوسات ہیں جو مشرقی زندگی کا لازمہ رہے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ یورپ کی نشاۃِ ثانیہ کے ابتدائی عہد میں یہ سوالات بدستور موجود تھے اور اہل علم و اہل فکر ان پر عرصہ تک طبع آزمائی کرتے رہے لیکن مغربی تمدن اور فلسفۂ زندگی کے باطنی خواص زمانہ کے ساتھ ساتھ جس قدر ابھرتے رہے اور زندگی میں مغرب کا جس قدر توغل اور انہماک بڑھا اسی قدر ان سوالات کی اہمیت کم ہوتی گئی اور وہ عملی زندگی میں پیچھے پڑتے رہے۔ فلسفۂ مابعد الطبیعات کے علمی و تعلیمی حلقوں میں اب بھی ان پر اظہار خیال ہوتا ہوگا لیکن زندگی سے یہ سوالات یکسر خارج ہو چکے ہیں اور ان کے سامنے سے علامت استفہام مٹ چکی ہے۔ ان کے بارہ میں وہ خلش، کھٹک اور وہ ذوق جستجو جس میں ہزاروں سال اہل مشرق کو مشغول رکھا جاتا رہا، اور یہ کسی ایمان، شرح صدر اور اطمینان قلب کی بنا پر نہیں بلکہ اسی لئے کہ وہ اہل مغرب کی زندگی میں عرصۂ دراز سے اپنی اہمیت کھو چکے ہیں اور دوسرے مشاغل و مسائل کے لئے جگہ چھوڑ چکے ہیں۔ اس زمانہ کے مشغول انسان نے ان مسائل میں کامل بے تعلقی اور بے نیازی اختیار کر لی ہے۔ اس کو ان سوالات پر غور کرنے کی بالکل مہلت نہیں، اس کی طرف سے ان سوالات کے جواب کا کوئی پہلو اختیار کیا جائے اس کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس کے لئے صرف یہ زندگی اہم ہے اور اسی کے متعلق ہدایات وتفصیلات اس کو مطلوب ہیں۔

قدیم مشرقی اور جدید مغربی میں یہ ایک عظیم الشان نفسیاتی فرق ہے کہ مشرقی مذہبی حاسّہ رکھتا تھا اور مغربی اپنی تہذیب کے ارتقاء کے ساتھ حاسّہ مذہبی کھو چکا ہے اور جب کسی شخص کا کوئی حاسّہ باطل ہو جائے تو اس کے سارے محسوسات جو صرف اس حاسّہ سے تعلق رکھتے ہیں اس کے لئے معدوم ہو جاتے ہیں جو شخص قوتِ سامعہ سے محروم ہے اس کے لئے عالم اصوات معدوم ہے اور یہ پوری بولتی ہوئی دنیا ایک شہر خموشاں ہے جو شخص قوت باصرہ سے محروم ہے اس کے لئے عالم الوان معدوم اور رنگوں کا فرق بے معنی ہے۔ اسی طرح جو شخص حاسّہ مذہبی سے محروم ہے اس کے لئے وہ محسوسات، وجدانات اور تاثرات معدوم ہیں جو صرف حاسّہ مذہبی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس کے لئے آخرت، عذاب ثواب جنت دوزخ خدا کی رضامندی و نارضامندی، تقویٰ وطہارت، نجات و ہلاکت ابدی وغیرہ وغیرہ سب بے معنی الفاظ ہیں، اس کے لئے کسی ایسی دعوت میں قطعاً کوئی کشش اور دلچسپی نہیں جس کا تعلق اس کے محسوسات اور نقد لذتوں اور منفعتوں کے سوا کسی اور چیز سے ہو۔

دین کی دعوت دینے والوں کو ہر دور میں اور انبیاء علیہم السلام کو اپنے زمانۂ دعوت میں جن لوگوں میں سب سے زیادہ دقت پیش آئی ہے اور جن لوگوں پر ان کی انقلاب آفریں دعوت، ان کے خارا شگاف اور آہن گداز مواعظ ان کا سوز و دردمندی بالکل بے اثر ثابت ہوئی ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حاسّۂ مذہبی سے محروم ہو چکے تھے اور جن کی دل کی انگیٹھیاں اس طرح سرد ہو چکی تھیں کہ ان میں کسی طرح گرمی نہیں پیدا کی جا سکتی تھی۔ جو مذہب اور اس کے متعلقات کے متعلق طے کر چکے تھے کہ ان کے بارہ میں نہ کچھ سننا ہے نہ غور کرنا ہے، جنہوں نے اپنے زمانہ کے داعیوں کی پتھر کو موم کر دینے والی تقریریں کر بڑی سردمہری سے کہا کہ "اِنۡ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنۡیَا نَمُوۡتُ وَنَحۡیَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِیۡنَ" (المومنون:37) (ہم تو محض دنیاوی زندگی کے قائل ہیں جینے اور مرنے کے سوا اور ہے کیا، مرنے کے بعد کون زندہ ہوگا؟) یا جن کی نظر مادی سطح سے حقیقت تک نفوذ کرنے کے قابل نہیں ہوتی اور جنھوں نے پیغمبرؑ کی عام فہم

تقریر سننے کے بعد جو انھیں کی زبان میں کی گئی تھی، بڑی سادگی سے کہا،مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ''ط (ھود:91) (تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ تم کو ہم میں کوئی قوت حاصل نہیں۔)

مغربی تہذیب کے اس عروج کے زمانہ میں ہر قوم میں بڑی تعداد میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے، جس کی دنیاوی مشغولیت وانہماک یا دنیا کی محبت وحرص نے ان کی زندگی میں مذہب کے لئے کوئی خانہ خالی نہیں چھوڑا۔ بڑی تلاش وجستجو کے بعد بھی مذہب کی دعوت دینے والے کو ان کے دل ودماغ میں کوئی ایسا چھوٹے سے چھوٹا منفذ نہیں ملتا جس سے دینی اور اخلاقی دعوت ان میں نفوذ کر سکے۔ جس طرح کسی شخص کو موسیقی کے لئے کان اور شاعری کے لئے ذوق لطیف نہ ملا ہو اس کے لئے موسیقی کے سارے کمالات اور دنیا کی پوری وجد آفریں شاعری بے اثر بے سود ہے، اسی طرح جو مذہبی حاسہ سے محروم ہو چکا ہو اس کے لئے پیغمبروں کی پوری دعوت، ناصحوں کی وعظ وتلقین، علم وحکمت، قصص وامثال سب ضائع ہیں۔ یہ دلوں کی زمین کا سب سے بنجر حصہ ہے جس کو کوئی بارش سیراب نہیں کر سکتی۔

یہاں آ کے رو دیتا ہے ابرِ نیساں

جن لوگوں کو اس طبقہ سے خطاب کرنے اور اس کو دین واخلاق کی دعوت دینے کا کبھی موقع ملا ہے ان کو قرآن مجید کی بہت سی آیات کے معنی سمجھ میں آ گئے ہوں گے اور وہ تمام کلامی اشکالات جو عملی زندگی اور میدان دعوت سے علیحدہ بیٹھ کر ''خَتَمَ اللهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ '' اور اس کے ہم معنیٰ آیات کے متعلق پیش آتے ہیں خود بخود حل ہو گئے ہوں گے اور یہ حقیقتِ قرآنی مجسم نظر آئی ہوگی ''وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ط صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ٥ '' (البقرۃ-۱۷۱)

اس زمانہ کا اصلی مرض دراصل دین کے بارہ میں بے حسی وبے طلبی اور مذہبی سوالات کے بارہ میں کامل بے تعلقی اور بے نیازی ہے، جس کا علاج سب سے زیادہ مشکل ہے، اور جس کی موجودگی میں کوئی مذہبی دعوت وتلقین کارگر نہیں ہو سکتی۔ مذہب واخلاق کی دعوت کو فسق وفجور اور معصیت وغفلت کے تاریک دور اور انکار ومخالفت کے پُرشور سے پُرشور عہد میں وہ مشکلات پیش نہیں آئیں جو مذہب سے بے تعلقی وبے نیازی کے اس خاموش وپرسکون دور میں پیش آ رہی ہیں۔ جہاں سرے سے پیاس اور پانی کی طلب ہی نہ ہو وہاں پانی کا اہتمام اور خضر کی رہنمائی سب بے ضرورت ہے ''اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ '' (النمل:80)

ایک مغربی یونیورسٹی کے معلم فلسفہ وعلم النفس نے اس حقیقت کا خوب ادراک کیا ہے اور اس فرق کی صحیح تحلیل کی ہے جو قدیم وجدید نفسیات میں پایا جاتا ہے اس نے اس ایک جملہ میں ایک کتاب کا مضمون سمیٹ لیا ہے:

''مذہبی سوالات پہلے پیدا ہوتے تھے، ممکن ہے ان کا تشفی بخش جواب نہ ملتا ہو لیکن اس زمانہ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ سوالات سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتے''۔

ذوقِ خداطلبی کا عالمگیر فقدان

اسلامی تمدن وحکومت کے عالمگیر اثرات کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ اس کے اثر سے پوری دنیا میں (جو اسلام اور مسلمانوں کے زیر اثر تھی) خداطلبی کا عام ذوق پایا جاتا تھا، ہزاروں لاکھوں اشخاص دین کی طلب اور مردان خدا کی تلاش میں دنیا کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں پہنچتے تھے۔ دنیاداری اور مادیت کے پھیل جانے کے بعد دینی رجحان اور خداطلبی کا مرکز ان حضرات کی ذات اور ان کے مقامات تھے جنھوں نے غفلت اور مادیت کے

سمندر میں انسانی زندگی کے چھوٹے چھوٹے جزیرے قائم کر رکھے تھے جہاں وہ لوگوں کو مادیت کے اس بھنور سے نکال کر ان کی دینی تربیت کرتے تھے اور ان میں طوفان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت وقوت پیدا کرتے تھے۔ بعد کی صدیوں میں ان کو صوفیہ و مشائخ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

ان حضرات کی طرف رجوع ان آخری صدیوں میں دینی رجحان اور عام مسلمانوں کے ذوق خدا طلبی کا ایک حد تک پیمانہ ہے جس سے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ لوگوں میں اس زمانہ میں مادیت و دنیا داری سے کس حد تک گریز اور دین کی کہاں تک طلب پائی جاتی تھی۔

عالم اسلامی کے مرکزی شہروں میں تقریباً ہر جگہ ایسے شخص موجود تھے جن کی ذات بحر ظلمات میں روشنی کا مینار تھی۔ لوگ پروانوں کی طرح اس روشنی پر گرتے تھے، دنیا کے دور دراز گوشوں سے طالبین خدا وہاں جمع رہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کی ایک بڑی بین الاقوامی آبادی ہوتی تھی جہاں ایک وقت میں مشرق ومغرب، شمال وجنوب کے مسلمان پائے جاتے تھے اور اسلام کی وسیع دنیا وہاں سمٹی ہوئی نظر آتی تھی۔

ہمارا ملک ہندوستان جو اسلامی دنیا کے ایک سرے پر واقع ہے، دینی ذوق وشوق اور خدا طلبی کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ یہاں ہر دور میں مسلمان سلاطین کی سلطنت کے پہلو بہ پہلو دینی وروحانی حکومت کے آزاد مرکز قائم رہے جہاں سینکڑوں ہزاروں اشخاص اپنے زمانہ کی تمام مادی ترغیبات سے آزاد اور حکومت وسیاست کے انقلابات سے بے نیاز ہو کر اپنا کام کرتے تھے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۵ھ) کی روحانی نوآبادی بستی غیاث پور اس کی ایک اچھی مثال ہے جس نے عین مرکز حکومت (دہلی) میں آٹھ باجبروت سلاطین (غیاث الدین بلبن ۶۶۴۔۶۸۶ء سے لے کر غیاث الدین تغلق ۷۲۰۔۷۲۵ تک) کے عہد حکومت میں تقریباً پچاس ۵۰ برس تک اپنی خود اختیاری اور بے نیازی قائم رکھی[1] اور جہاں سنجر[2] سے لے کر اودھ[3] تک کے طالبین خدا پڑے رہتے تھے۔

اگر تمام سلاسل طریقت کے بزرگوں کے مرکزوں کی آبادی اور ان کی طرف لوگوں کے رجوع کی تفصیل لکھی جائے (جس سے اس زمانہ کے دینی طلب ورجحان اور دینی عزت واحترام کا اندازہ ہوتا ہے) تو اس کے یہ اوراق متحمل نہیں اس لئے نمونہ کے طور پر صرف ایک سلسلہ (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) کے چند بزرگوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلق اور ان کی طرف اہل زمانہ کے رجوع کا مجمل ذکر کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ ان کے زمانہ میں جو مادیت اور دنیا داری کے عروج کا زمانہ تھا، ذوق خدا طلبی کا کیا حال تھا اور دین کی کشش کہاں کہاں سے لوگوں کو کھینچ کر لاتی تھی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ (م ۱۰۳۴ھ) کے منتسبین کی فہرست پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستان وافغانستان کے کتنے شہروں اور قصبات کے کتنے کثیر التعداد اشخاص اور عہد جہانگیری کے کتنے بڑے بڑے امیر اور ارکان دولت ان کے حلقہ ارادت وبیعت میں داخل تھے اور کتنی دور سے انہوں نے سرہند آ کر استفادہ کیا تھا۔

نوٹ: 1۔ حضرت نظام الدین، غیاث الدین بلبن کے عہد حکومت میں 669ھ میں دہلی تشریف لائے کچھ عرصہ تک مختلف محلوں میں قیام رہا۔ پھر بستی غیاث پور (حال بستی نظام الدین) میں مستقل قیام اختیار کیا۔ 725ھ تک مختلف سلاطین آپ سے ملنے کی کوشش کرتے رہے لیکن کسی کو کامیابی نہیں ہوئی تقریباً 60 برس کی مدت تک آپ اور آپ کے اہل زاویہ بالکل یکسو رہے۔

2۔ شیخ حسن علا سنجری

3۔ شیخ نصیر الدین چراغ دھلوی

(جاری ہے۔)

سورہ ال عمران، آیات 7 تا 101

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

27.7.2010

غیر اہل سلسلہ سے حق کے اخفا کی قباحت

"قولہ تعالیٰ: وَ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ وَ لَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ: ال عمران: 72-73

ترجمہ: اور بعضے لوگوں نے اہل کتاب میں سے کہا کہ ایمان لے آؤ اس پر جو نازل کیا گیا ہے مسلمانوں پر شروع دن میں اور انکار کر بیٹھو آخر دن میں عجب کیا وہ پھر جاویں۔ اور کسی کے روبرو اقرار مت کرنا مگر ایسے شخص کے روبرو جو تمہارے دین کا پیرو ہو۔

اسی کی نظیر ہے بعض مدعیان طریقت کا یہ طرز کہ جو شخص ان کے سلسلہ میں نہ ہو اس سے طریق کو مخفی کرتے ہیں۔ اور ان پر اسی مضمون سے رد ہوگا۔ جس سے ان کے ہم مسلک اہل کتاب پر رد کیا گیا ہے۔ یعنی قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اور اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ الخ"

....

فرمایا: بعض اہل طریق کے یا تصوف کے جو خود ساختہ شیخ بنے بیٹھے ہیں وہ دوسرے سلسلے کے لوگوں سے اپنی بات چھپاتے ہیں۔ فرمایا یہ درست نہیں ہے۔ یعنی وہ خاص خاص وظیفے کرتے ہیں، اپنے لوگوں کو بتاتے ہیں۔ دوسروں کو نہیں بتاتے حالانکہ دین پر سب کا حق ہے۔ اگر واقعی اس کے پاس نسبت ہے، وہ سچا ہے تو علی الاعلان بات کرے جو چاہے فائدہ اٹھائے۔ یہ اللہ کی مخلوق کے لئے ہے تو کسی کو بتانا، کسی سے چھپانا یہ درست نہیں ہے۔

....

ریا کار محبان مال وجاہ شیوخ کی تقبیح

قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا :ال عمران: 77

ترجمہ: یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اپنی قسموں کے۔

"اس میں اُس شخص کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے جو زینت دنیا کی طرف مائل ہو اور اس کو حضرت حق کے مشاہدے پر ترجیح دیتا ہو اور اپنے ظاہر کو شعار مقربین کے ساتھ آراستہ رکھتا ہو مگر اس میں حب جاہ کی آمیزش بھی کرتا ہو۔ پس ایسا شخص لقاء حقیقی اور مخاطبت حق کے درجہ سے دنیا اور آخرت دونوں میں ساقط ہو جاوے گا۔"

....

جن لوگوں نے حقیر معاوضے لئے اس عہد پر جو اللہ سے کیا تھا۔ فرمایا اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ بندہ دنیا پہ فدا ہو جائے اور اسے مشاہدہ حق پر ترجیح دے اور کہے مجھ سے تو یہ اللہ اللہ اور مراقبات نہیں ہوتے۔ اس میں تو وقت لگ جاتا ہے۔ اتنے میں تو میں اتنے پیسے کما لیتا ہوں۔ اتنے میں تو اتنی دولت جمع کر لیتا ہوں تو یہ صحیح نہیں ہے۔ دنیا کو اس نعمت کے حصول پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔

....

اہل باطن کے طریق کا اثبات

"قولہ تعالیٰ: كُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ ال عمران: 79

ترجمہ: تم لوگ اللہ والے بن جاؤ۔

اس میں اہل باطن کے طریق اور ان کے علوم واعمال و احوال خاصہ کی اور دوسروں پر طریق کے فائض کرنے کی تصریح ہے جیسا کہ ربانی کے تفاسیر کا مجموعہ اس پر دال ہے چنانچہ روح المعانی میں حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ربانی وہ ہے جو فقیہہ عالم ہو اور قتادہ وسدی سے ہے کہ وہ ہے جو عالم حکیم ہو اور ابن جبیر سے ہے کہ جو حکیم متقی ہو اور ابن زید سے ہے جو لوگوں کیلئے امر دین کی تدبیر کرتا ہو اور یہ سب اقوال متقارب ہیں اور شبلیؒ سے ہے کہ وہ شخص ہے جو علوم کو خاص حضرت حق سے اخذ کرتا ہو اور کسی شئے میں غیر حق کی طرف رجوع نہ کرتا ہو اور سہل سے ہے کہ وہ شخص ہے جو اپنے رب پر کسی شئے کو ترجیح نہ دیتا ہو اور قاسم سے ہے کہ وہ شخص ہے جو علماً وعملاً اخلاق ربانیہ سے موصوف ہو اور بعض نے کہا ہے جو اپنے شہود سے اس کے وجود میں محو ہو گیا ہو اور بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص ہے کہ اس میں حوادث مؤثر نہ ہوں اور دوسرے اقوال بھی ہیں اور سب ایک گھاٹ کے پانی پینے والے ہیں''۔

....

یعنی بندے کا کمال یہ ہے کہ جو علم حاصل کرے، جو عمل کرے، جو مال کھائے وہ سب اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کے حکم کے لئے خرچ ہو تو وہ بندہ عالم ربانی ہے۔ یعنی کہ وہ شخص جو علماً عملاً اخلاق ربانیہ سے موصوف ہو۔

....

مشائخ کی تعظیم واطاعت میں غلو کی تقبیح

''قولہ تعالیٰ: وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا: آل عمران:80

ترجمہ: اور نہ یہ بات بتلاوے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو۔

اس میں ان لوگوں پر رد ہے جو شیوخ کے انقیاد یا تعظیم میں خواہ وہ احیاء ہوں یا اموات ہوں غلو کرتے ہیں گو یہ حضرات حق کے مظاہر کامل ہیں چنانچہ ترمذی نے قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تفسیر میں روایت کیا ہے اور روایت کی تحسین بھی کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عدی ابن ابی حاتم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تو ان کی عبادت نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا یہ بات نہ تھی کہ وہ لوگ بہت سی اشیاء کو تمہارے لئے حلال کر دیتے تھے اور بہت سی اشیاء کو حرام کر دیتے تھے (یعنی بلا دلیل شرعی)۔ پھر تم ان کے قول کو قبول کرتے تھے۔ عرض کیا ہاں یہ تو تھا فرمایا بس اس کا یہی مطلب ہے۔''

....

یعنی اس میں اس بات کا رد ہے کہ شیخ کو صفات ربانی سے موصوف نہیں کر لینا چاہیے۔ وہ زندہ ہے یا دنیا سے گذر چکا ہے۔ اسکا مزار ہے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مجھے رزق دیتا ہے، یہ مجھے شفاء دیتا ہے، یہ مجھے مصیبت سے بچاتا ہے۔ اس بات کا رد ہے کہ اوصاف ربانی رب ہی کے پاس ہیں اور اس میں زیادتی نہ کی جائے۔ ہمارے یہاں لوگ یا اس سرے پر نکل جاتے ہیں کہ حاجت روا، مشکل کشا اسی کو سمجھ لیتے ہیں اور دوسری طرف حد سے گزرتے ہیں تو اولیاء اللہ کی توہین کرنے لگتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں زیادتی ہیں۔ معاملہ درمیان میں ہے کہ کسی نیک بندے کی مجلس میں دعا کرنا بڑی اچھی بات ہے کہ اس کی کیفیات بھی اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ کسی نیک کے مزار پر دعا کرنا، اس میں صاحب مزار کی برکات بھی شامل ہو جاتی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ دعا فقط اللہ سے کی جائے اور یقین یہ ہو کہ اس میں اللہ ہی برکت ڈالے گا۔ جیسے ہم سڑک پر دعا کرتے ہیں تو اس کی کیفیت اور ہے۔ اگر ہم چند قدم چل کر مسجد میں جاتے ہیں تو یقیناً مسجد کی برکت بھی اس میں شامل

ہوجائے گی۔ یہی حال اہل اللہ کا بھی ہے۔ جس طرح ایک دعا ہم یہاں کرتے ہیں۔ ایک دعا ہم بیت اللہ شریف میں بھی کرتے ہیں تو جگہ کا کتنا فرق پڑ گیا؟ جگہ کے فرق سے فرق پڑ گیا۔ ایک دعا اس مسجد میں کرتے ہیں پھر مسجد نبوی میں حاضری نصیب ہوتی ہے تو وہاں دعا کرتے ہیں کتنا فرق پڑ گیا؟ اس طرح نیک بندوں کی مجلس میں، وہ زندہ ہوں یا فوت ہو چکے ہوں تو ان کے مزار پر دعا کرتے ہیں۔ ان کی برکت بھی شامل ہو جاتی ہے لیکن ان کو حاجت روا، مشکل کشا نہ سمجھا جائے یعنی حق درمیان میں ہے کچھ لوگ انہیں حاجت روا سمجھ لیتے ہیں اور کچھ لوگ ان کی توہین کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ دونوں طرف زیادتی ہے۔ ایک دفعہ یہ سوال آیا کہ عجیب بات ہے کہ لوگوں نے خانقاہیں تقسیم کر رکھی ہیں کہ اس خانقاہ پر جاؤ تو گھٹنوں کا درد ٹھیک ہوتا ہے، اس خانقاہ پر جاؤ تو پیٹ کا درد ٹھیک ہوتا ہے۔ میں نے کہا یار یہ تو وہی معاملہ بن گیا جس طرح ڈاکٹر سپیشلسٹ ہوتے ہیں۔ یہ دماغ کا ہے، یہ دل کا ہے تو بزرگوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں ہے؟ تو ایک بزرگ کے بارے میں مشہور تھا کہ کوئی پھوڑا اپھنسی ہو تو ان کی قبر پر حاضر ہو کر اللہ سے دعا کی جائے تو ان کی برکت سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ہمارے ایک اچھے ساتھی ہوتے تھے۔ عالم بھی تھے، علم ظاہری میں بھی فاضل تھے اور اچھے مشاہدات بھی تھے، منازل بھی بلند تھیں، وہ میرے ساتھ تھے میں نے کہا مولانا ان بزرگوں پہ خیال تو کیجئے۔ کہتے ہیں بیٹھے ہیں آلتی پالتی مار کے۔ میں نے کہا ان سے پوچھو کہ ان کے مزار پر آنے سے صرف پھوڑے ہی ٹھیک ہوتے ہیں تو انہوں نے دکھایا کہ میری ٹانگ میں ایک پھوڑا ہو گیا، وہ ساری زندگی رہا اور میرے لئے یہی مجاہدہ بن گیا کہ وہ میرے ساتھ ساری زندگی رہا تو وہ مولانا فرمانے لگے کہ ان کی ٹانگ سے وہ انوارات دور تک جا رہے ہیں۔ خاص قسم کے انوارات، تو جب کوئی پھوڑے کا مریض وہاں آتا ہے تو وہ انوارات اس پر بھی پڑتے ہیں تو اللہ اسے بھی شفا دے دیتا ہے۔ یہ

میرے اپنے ذہن میں تھا کہ دعا تو ہر بزرگ کے ہر مزار پر کی جا سکتی ہے، کوئی حرج نہیں لیکن بعض جگہ سے بعض چیزوں کا فائدہ خصوصی کیسے ہوتا ہے؟ یہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ یہ اس دن سمجھ آئی کہ دنیا میں وہی مرض اس شخص کا امتحان بنا دیا۔ بندہ ثابت قدم رہا۔ اپنے منازل اپنے ساتھ لے گیا تو اس کے مزار میں وہ برکت ہے۔ کہ اس مرض کا مریض جائے تو اس پر اس طرح کے انوارات آ رہے ہوتے ہیں اور اس مریض پر پڑتے ہیں تو اسے بھی شفاء ہو جاتی ہے لیکن یہ سب اللہ کریم کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس بزرگ کا اس میں کوئی دخل نہیں نہ ان انوارات کے لانے میں نہ شفا دینے میں، سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ (یہ بات تو میں نے آپ کو خطرناک ہی بتا دی۔ لوگوں کے گمراہ ہونے کا ڈر ہے۔ جنہیں اللہ سلامت رکھے وہ گمراہ نہیں ہوں گے)۔

....

معاصرین اہل طریق سے عار کرنے کی تقبیح

قولہ تعالیٰ: وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ آل عمران 81

ترجمہ: اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصداق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرفداری بھی کرنا۔

....

اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ شیوخ پر لازم ہے کہ جو علم و عمل میں ان سے فوق ہو بلکہ جو ان کا مساوی بھی ہو۔ ان سے استنکاف و عار نہ کریں۔ وجہ اشارہ یہ ہے کہ لفظ رسول کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں اکثر مفسرین نے تو کہا ہے کہ مراد رسول ﷺ (تو فوق سے عار نہ کرنا ثابت ہوا) اور بعض نے کہا ہے کہ مراد

یہ ہے کہ کسی رسول کے زمانہ میں دوسرا کوئی رسول بھی آ جاوے (تو مساوی سے عارنہ کرنا ثابت ہوا)''۔

فرمایا: اس میں اشارہ ہے کہ شیوخ پر لازم ہے جو علم و عمل میں ان کا مساوی ہو جس طرح نبیوں سے کہا گیا کہ جب حضور ﷺ مبعوث ہوں گے تو تم سب آپ ﷺ کا اتباع کرو گے۔ حالانکہ سب نبی حضور ﷺ کے آنے سے پہلے دنیا سے چلے جانے تھے لیکن ان انبیاء کرامؑ کی ذمہ داری یہ تھی کہ اپنی امت کو یہ تعلیم فرما جائیں۔ حضور ﷺ کی نشانیاں بتا جائیں تو اس امت کا ان پر ایمان لانا ان انبیاءؑ کے سبب ہی ہو گا۔ پھر اس عہد کی تکمیل بھی شب معراج کرائی گئی اور سب کو حضور ﷺ کی اقتداء میں دوگانہ نصیب ہوا۔ تو فرماتے ہیں کہ مشائخ پر بھی یہ لازم ہے کہ اگر ان کے مراقبات ایک حد تک ہیں۔ اس سے آگے کسی کے مراقبات دوسرے شیخ کے ہیں تو پھر اس میں عارنہ سمجھیں۔ اس کے آگے کے مراقبات حاصل کریں۔ جس طرح نبیؑ سارے نبیؑ تھے لیکن ان سے عہد لیا گیا حضور ﷺ کی اطاعت کا۔ حضور ﷺ امام الانبیاء ٹھہرے یعنی نبیؑ بھی نبی کریم ﷺ سے استفادہ کر رہے ہیں تو ولی کو بھی ولی سے استفادہ کرنا چاہیے اور یہ بڑا مشکل ہوتا ہے کہ میں خود شیخ ہوں کسی دوسرے کے پاس کیوں جاؤں؟ بہت کم لوگ ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ جب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بندہ مجھ سے زیادہ جانتا ہے، میں اس سے سبق حاصل کر لوں اور استفادہ کر لوں اور یہ کرنا چاہیے۔

....

ایمان اور وصول میں وساوس کا مضر نہ ہونا۔

قولہ تعالیٰ: وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا : ال عمران:83

ترجمہ: حالانکہ حق تعالیٰ کے سامنے سب سرافگندہ ہیں جتنے آسمانوں میں اور زمین میں خوشی سے اور بے اختیاری سے روح المعانی میں ہے کہ اس آیت کے معنی میں کئی قول ہیں۔ اوّل یہ کہ اسلام طوعاً سے مراد وہ اسلام ہے جو علم سے ناشی ہو۔ خواہ وہ علم استدلالی ہو جیسا ہم میں سے اکثر کو یہی حاصل ہے اور خواہ غیر استدلالی ہو جیسا ملائکہ کو ہے اور اسلام کرھاً سے مراد یہ ہے جو سیف سے اور ایسے امور کے معائنہ سے حاصل ہو جو اسلام کی طرف مضطر کر دیں اور اسی کے قریب وہ ہے جس کو روح ہی میں بعض صوفیہ سے نقل کیا ہے کہ اسلام طوعاً وہ ہے کہ ادا مرحق تعالیٰ کا بدون معارضہ ظلمت، نفسانیت اور بدون حیلولۃ حجب انانیت کے امتثال و انقیاد ہو اور اسلام کرھاً وہ ہے کہ مع توسط معارضہ و وساوس و حیلولت حجب و تعلق بالوسائط کے انقیاد ہو۔ اوّل مثل اسلام ملائکہ اور بعض مقبولین اخیار اہل ارض کے ہے اور ثانی مثل اسلام ایسے لوگوں کے جن کو شکوک پہلو بہ پہلو الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں۔ احقر کہتا ہے کہ اس تفسیر مذکور پر آیت میں اس امر پر دلالت ہے کہ دونوں قسم کے ایمان کافی ہیں۔ سو جس شخص پر وساوس کا ہجوم ہو وہ بارگاہ مقصود حقیقی تک پہنچنے سے مایوس نہ ہو جیسا ایسے لوگوں کو یہ امر بکثرت پیش آ جاتا ہے اور دیا سلائی میں چنگاری بعض مدعیان مشیخت کی یہ حرکت ہو جاتی ہے کہ ان کو مقصود سے ناامید کر دیتے ہیں''۔

....

یعنی طوعاً سے مراد ہے اپنی مرضی سے حقائق کو دلائل کو جان کر اسلام قبول کریں اور کرھاً یہ ہے کہ مجبوراً اسے ماننا پڑے لیکن اس کا دل ساتھ نہ دے رہا ہو۔ اسے تسلی نہ ہو رہی ہو۔ لیکن حقیقت سب کو ماننا پڑتی ہے۔

....

طریق کو اختیار کرنے کے بعد اعراض کرنے والے پر خذلان کا اندیشہ

''قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ: ال عمران:90

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہوئے اپنے ایمان لانے کے بعد پھر بڑھتے رہے کفر میں ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہو گی۔

روح المعانی میں ہے کہ وہ توبہ ہی نہیں کرتے تا کہ قبول ہو کیونکہ ان کو اس کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔ احقر کہتا ہے کہ یہی عادۃ اللہ ہے۔ اس شخص کے بارہ میں جو اہل اللہ کے طریق کی طرف متوجہ ہوا ہو پھر تعطل یا انکار کی راہ سے اس سے اعراض کر لے تو اکثر پھر اس کی طرف عود کرنے کی اس کو توفیق نہیں ہوتی بلکہ وہ مخذول رہتا ہے پھر بعض اوقات یہ اس سے اشد کی طرف منجر ہو جاتا ہے کہ اہل طریق سے عداوت و نفرت رکھنے لگتا ہے پھر وہ دین کے بڑے جزو سے خارج ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہ"۔

....

یعنی اگر کوئی اسلام سے پھر جائے تو پھر اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ توبہ قبول تو تب ہوگی جب وہ توبہ کرے گا۔ اسی طرح سلاسل میں اذکار میں صوفیا کے ساتھ اللہ اللہ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دینا ایسا ہی جرم ہے جس سے پھر نیکی کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر ایک آدمی اللہ اللہ کرتا ہے وہ اللہ اللہ چھوڑ دے گا تو وہ خود تجربہ کر لے گا کہ آہستہ آہستہ اس سے نمازیں چھوٹ رہی ہیں، روزے چھوٹ رہے ہیں۔ تو اگر اللہ بچا نہ لے تو کفر تک چلا جاتا ہے۔

....

فنائے نفس

"قولہ تعالیٰ: لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ: ال عمران:۹۲

ترجمہ: تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔

"اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ بدیہیہ منضم کر لیا جاوے اور یہ کہ سب سے زیادہ محبوب چیز طبعاً انسان کو اپنی جان ہے تو آیت دال ہوئی اس پر کہ اپنی ہستی کو محبوب حقیقی کے لئے بذل کرنا موقوف علیہ ہے بر اور قرب الٰہی کا۔"

اس میں دلیل ہے کہ اپنی ہستی کو، اپنی خواہشات کو، رضائے الٰہی پر قربان کرنا اصل نیکی کی بنیاد ہے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے ہمیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے لیکن کیا کریں عادت ہے اور اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا۔ یہ بات درست نہیں جہاں شریعت روک دے وہاں رک جائے دل چاہتا ہے یا نہیں چاہتا یہ بنیاد بنتی ہے نیکی کی۔

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

....

ایک حد تک ترک لذات کی فضیلت

''قولہ تعالیٰ: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ ال عمران:93

ترجمہ: سب کھانے کی چیزیں توراۃ سے قبل باستثناء اس کے جس کو یعقوبؑ نے اپنے نفس پر حرام کرلیا تھا۔ بنی اسرائیل پر حلال تھیں۔

روح المعانی میں ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ فائدہ اس حکم کو بیان فرمانے سے اہل محبت کو اس کی تعلیم دینا ہے کہ جو چیزیں ان کو محبوب ہیں جیسے مرغوب کھانے اور دنیوی لذائذ حق کی حقیقی نعمتوں کی طلب میں ان کو ترک کردیں''۔

یعنی جو چیزیں محبوب کو محبوب ہیں انہیں محبوب رکھا جائے۔ اپنی پسند نہ ہو بلکہ پسند محبوب کی ہو۔ اللہ کی پسند ہو اللہ کے رسول ﷺ کی پسند ہو۔ جو چیزیں انہیں مرغوب ہیں وہی بندۂ مومن کو یا خاص طور پر صوفی کو تو وہی پسند ہونی چاہئیں۔ ایک واقعہ سیرت میں ملتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سبزیوں میں کدو کو پسند فرماتے تھے۔ تو آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ایک بزرگ صحابیؓ تھے اور ان کا نوجوان بیٹا تھا۔ گھر میں سبزی پکی اور کھانے کے لئے بیٹھے۔ سارا خاندان بیٹھا تھا تو ان کے سامنے کدو کی سبزی لائی گئی ان کے بیٹے کو طبعًا ناپسند ہوگی تو بیٹے نے والدہ سے کہا یا کسی اور سے کہا کہ یہ کیا کدو پکا دیئے۔ کوئی اچھی چیز پکایا کرو۔ تو اس کے والد تشریف فرما تھے انہوں نے لقمہ چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ اگر مجھے اللہ اجازت دیتا اور یہ ظلم نہ ہوتا تو میں تلوار سے تیری گردن اڑا دیتا لیکن یہ جائز نہیں۔ اس لئے آج سے تیری سزا ہے جب تک میں زندہ ہوں تو میرے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوگا۔ وہ لرز گیا۔ اس نے کہا میں نے کیا کیا ہے؟ انہوںؓ نے کہا کیا تو نے کچھ نہیں کیا؟ نبی کریم ﷺ کو کدو پسند تھا اور تو کہتا ہے کہ یہ کیا بنایا ہے۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا؟ جو چیز حضور ﷺ کو پسند ہے تو کہتا ہے اچھی نہیں ہے تو میں تیرا سر قلم کردیتا لیکن اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ یہ سزا میں تمہیں ضرور دوں گا کہ آئندہ زندگی بھر میرے ساتھ کھانے میں تو شریک نہیں ہوسکتا یعنی وہ چیزیں محبوب ہوں جو محبوب کو محبوب ہوں۔

....

ماسوا اللہ سے تجرد

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ :ال عمران: 101

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے۔

روح المعانی میں ہے کہ اس اعتصام کی حقیقت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ اسباب جو کہ اصنام معنویہ ہیں ان سے قلب کا کشیدہ ہوجانا اور اپنے دعویٰ حول وقوت سے حق تعالیٰ کی طرف یکسو ہوجانا اور بعض نے کہا ہے کہ عشاق کا اعتصام یہ ہے کہ ماسویٰ کو ترک کرکے اس کی پناہ لیں اور اہل حقائق کا اعتصام یہ ہے کہ یہ مشاہدہ کرکے کہ ہم قبضہ میں ہیں اعتصام کو بھی مرتفع وفناء کردیا جاوے''۔

....

مولانا فرماتے ہیں اس میں اس پر اشارہ ہے کہ اسباب تو اختیار کرے لیکن اسباب کو بت نہ بننے دے۔ کسی سبب کو بت نہ بننے دے۔ ہم کہتے ہیں میں نے فلاں کام کیا۔ میں نے یہ بیج بویا تھا تو اس پر زیادہ فصل اُگی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ میری فصل اللہ نے زیادہ کردی۔ وہ کہتے ہیں یہ بات نہیں ہونی چاہیے، یہ نہیں ہونا چاہیے یعنی سبب اختیار بھی کریں اور سبب کو مؤثر نہ سمجھیں یہ بڑی مشکل بات ہے۔ اللہ ہی کسی کو توفیق دے کہ ترک سبب بھی درست نہیں۔ اسباب اختیار کرے لیکن کام بن جانے کو اسباب کا نتیجہ نہ سمجھے۔

....

دوائے شافی

(فیض الرحمٰن اسلام آباد)

ایک سوال:

ایک شخص مصیبت میں گرفتار ہے۔ اُس کی مایوسی اور ناامیدی بہت بڑھ چکی ہے اور وہ سمجھ رہا ہے کہ اگر یہ مصیبت اور ابتلاء یونہی رہی تو اُس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گی۔ اس مصیبت اور ابتلاء سے نجات پانے کیلئے سب طریقے آزمائے جا چکے ہیں لیکن یہ کسی طرح کم ہوتی نظر نہیں آتی بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

حافظ شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن شیخ صالح ابوبکر المعروف بہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اس قسم کی مصیبت و ابتلاء سے نجات پانے کیلئے کیا تدبیر اختیار کی جائے اور کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے۔ کیوں کہ جو کسی بندے پر رحم کرتا ہے اور مصیبت میں اُس کی مدد کرتا ہے، اللہ اُس کی مدد کرتا ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ جیسی ہستیاں قرونِ وسطی اور قرونِ اخیرہ میں بہت کم پیدا ہوئی ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حجاز، عراق، مصر و، شام، نجد و یمن وغیرہ میں بڑی بڑی درس گاہیں موجود تھیں۔ بڑے بڑے مشاہیر وقت کتاب و سنت اور علوم دین کی خدمات انجام دے رہے تھے۔ مفسر تھے، محدث تھے، اصولی اور فقیہہ تھے اور متکلم و صوفی بھی لیکن جو شان ابن قیم ؒ کی تھی وہ کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ دور دور سے بڑے بڑے علماء و فضلاء کسب فیض اور اکتساب علم کی غرض سے آتے اور آپکے حلقۂ درس سے فیضیاب ہوتے تھے۔ جس نے ایک مرتبہ آپ کے حلقۂ درس کا مزہ چکھ لیا اُس نے کبھی آپ کا حلقہ چھوڑ کر کسی اور جگہ جانے کا نام نہ لیا۔

حافظ ابن قیم ؒ عرصہ دراز تک جیل خانہ کی کوٹھڑی میں بند رکھے گئے۔ انواع واقسام کے امتحانات میں مبتلا کئے گئے، طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی گئیں۔ آخری مرتبہ اپنے شیخ ابن تیمیہ ؒ کے ساتھ قلعہ میں اُن سے الگ مقید رکھے گئے۔ تا آنکہ شیخ ابن تیمیہ ؒ نے قید ہی کی حالت میں وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد شیخ ابن قیم ؒ کو قید سے رہائی میسر آئی۔ قاضی برہان الدین الزرعی کا قول ہے کہ آسمان تلے میں نے ابن قیم ؒ سے زیادہ وسیع العلم آدمی نہیں دیکھا۔ صدریہ میں درس و تدریس کا کام کرتے تھے اور جوزیہ میں امامت فرماتے تھے۔ انہوں نے بیش بہا چھوٹی اور بڑی کتابیں تصنیف کیں۔

الجواب: قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ ؓ کی روشنی میں

امام ابن قیم رحمۃ اللہ مذکورہ بالا سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں۔ کہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا مرض پیدا نہیں کیا جس کے لئے شفا نہ رکھی ہو۔

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مرض کی دوا ہے۔ کسی مرض کی جب صحیح طریقے پر دوا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض اچھا ہو جاتا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریک ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کیلئے دوا اور شفا اتاری ہے، جاننے

والا اسے جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ نہیں جانتا۔

ایک اور حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے ایک مرض کے تمام بیماریوں کی شفا یا دوا پیدا کی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا وہ ایک مرض کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا، بڑھاپا۔

یہ حدیث امراض قلب و روح، امراض جسم و بدن اور اس کے علاج و دوا پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جہالت بیماری ہے اور علماء سے دریافت کرنا اُس کی دوا اور علاج ہے۔ جیسا کہ امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ سفر میں تھے۔ ایک شخص کو پتھر سے چوٹ لگ گئی اور اس کا سر زخمی ہوگیا۔ اس کے بعد ایک بار اسے احتلام ہوگیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ اس حالت میں مجھے تیمم کرنے کی اجازت ہے؟ ساتھیوں نے کہا تمہیں پانی پر قدرت ہے اس لئے ہمارے نزدیک تمہیں تیمم کرنے کی اجازت نہیں چنانچہ اس نے غسل کرلیا جس سے وہ مرگیا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا" ان لوگوں نے اسے مار ڈالا اللہ انہیں موت دے۔ جب وہ خود مسئلہ نہیں جانتے تھے تو کسی دوسرے سے کیوں نہیں پوچھ لیا؟ پریشاں حال کی شفا یہ ہے کہ دوسرے سے پوچھ لے۔ اس کے لئے صرف یہ کافی تھا کہ وہ تیمّم کرلیتا اور غسل نہ کرتا یا پھر اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا اور اس پر مسح کرلیتا اور بقیہ جسم کو دھو لیتا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کے اندر یہ واضح کردیا کہ جہالت ایک بیماری ہے اور پوچھ لینا اس کا علاج ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ قرآن شفا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ط قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ .

(حٰم السجدہ: 44)

ترجمہ: اور اگر ہم اس کو عجمی (زبان کا) قرآن بناتے تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں۔ یہ کیا بات کہ عجمی کتاب اور عربی رسول۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو رہنما اور شفا ہے۔

قرآن حکیم سب کا سب شفا اور رحمت ہے۔ قرآن حکیم یقیناً ہر جہالت، ہر شک وشبہ اور ہر ریب و تردد سے قلوب کو شفا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بلا شبہ ازالۂ امراض کے لئے قرآن حکیم سے زیادہ عام، نفع بخش اور اعظم ترین اور زیادہ بہتر کوئی دوا پیدا نہیں کی۔

صحیحین میں حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ چند صحابہؓ کسی سفر میں تھے۔ اثنائے راہ میں عرب کے ایک قبیلے میں اُن کا قیام ہوا۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کھانے پینے کی خواہش ظاہر کی مگر اُن کی طرف سے انکار ہوا۔ اتفاق سے اسی روز قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ قبیلے والوں نے اس کا بہت علاج کیا مگر آرام نہ آیا۔ آخر قبیلے کے ایک آدمی نے کہا کہ ان نو وارد لوگوں سے دریافت کرو ممکن ہے ان کے پاس اس کا کوئی علاج ہو۔ چنانچہ یہ لوگ صحابہ کرامؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے، ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے ہم نے ساری تدبیر کر دیکھی مگر آرام نہ آیا۔ کیا تمہارے پاس اس کا کوئی علاج ہے؟ صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے کہا۔ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی اس لئے جب تک تم اس کا معاوضہ مقرر نہیں کرو گے ہم علاج نہیں کرینگے۔ بکریوں کا ایک ریوڑ معاوضے میں طے ہوا۔ ایک صحابیؓ وہاں تشریف لے گئے اور سورۃ فاتحہ پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرنا شروع کردیا۔ بس پھر کیا تھا گرہ کھل گئی، وہ اسی وقت اٹھ بیٹھا۔ اس کا اضطراب اور بے چینی ختم ہوگئی اور چلنے پھرنے لگ گیا۔ جس قدر بکریاں معاوضے میں طے پائی تھیں ان کے حوالے کردی گئیں۔ یہ صحابہ کرامؓ بارگاہ نبی اکرم ﷺ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم نے خوب کیا۔ بکریاں تقسیم کرو تو اس میں میرا حصہ بھی لگا لینا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔

یہاں دوا کی تاثیر کس طرح کام کرگئی۔ مرض اس طرح

دفع ہوگیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ سورۂ فاتحہ ایک ایسی آسان اور سہل ترین دوا ہے کہ اس سے آسان علاج ممکن نہیں۔ کوئی بندہ اگر اچھے طریقے سے سورۂ فاتحہ کے ذریعے علاج معالجہ کرے تو شفائے امراض کے لئے سورۂ فاتحہ کے اندر عجیب وغریب تاثیر پائے گا۔

آگے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ وہ ایک مدت تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور اس اثناء میں ان پر بہت سی بیماریاں آتی رہیں۔ انہیں نہ کوئی طبیب میسر آیا نہ دوا۔ وہ صرف سورۂ فاتحہ سے اپنا علاج کرتے رہے اور اس کے اندر عجیب وغریب تاثیر پائی۔ وہ اکثر مریضوں کو سورۂ فاتحہ سے علاج کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور لوگ اکثر اس سے صحت یاب ہوجاتے تھے۔ آیات اور دعائیں اگر موثر نہ ہوں اور شفا نہ ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ پڑھنے اور دعا کرنے والے کی تاثیر و توجہ کمزور ہے یا اثر قبول کرنے والے میں قبول تاثیر کی صلاحیت نہیں ہے یا کوئی ایسی شدید اور سخت رکاوٹ موجود ہے جو دوا کی تاثیر کو روک رہی ہے۔ مثلاً حرام غذا کھائی جاتی ہے یا کسی پر ظلم کیا جارہا ہے یا دل پر گناہوں کا میل چڑھا ہوا ہے اور قلوب پر غفلت سہو یا لہو ولعب کی تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بارگاہ الٰہی میں اسطرح دعا کرو کہ تمہارے اندر اجابت دعا کا پورا پورا یقین موجود ہو۔ خوب سمجھ لو کہ غافل اور بے خبر قلب کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔

دعا: ایک نافع ترین دوا

دعا ایک نافع ترین دوا اور بلا و مصیبت کا مد مقابل ہے۔ یہ بلا و مصیبت کی مدافعت کرتی ہے اور اس کی دوا اور علاج کا کام دیتی ہے۔ ہر بلا و مصیبت کو آنے سے روکتی ہے اور اسے دور کرتی ہے۔ بلا و مصیبت اگر اتر چکی ہو تو اسے پست اور ہلکا کر دیتی ہے۔ یہ مومن کا زبردست حربہ اور ہتھیار ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا مومن کا ہتھیار، اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ مصیبت اور بلا کے مقابلے میں مومن کی دعا کے تین درجے ہیں:

اول: دعا مصیبت کے مقابلے میں قوی تر اور زوردار ہو۔ ایسی دعا مصیبت قطعاً ہٹا دیتی ہے۔

دوم: دعا مصیبت کے مقابلے میں کمزور ہو۔ اس صورت میں مصیبت قوی ہوجاتی ہے اور بندے کو یہ مصیبت خواہ مخواہ برداشت کرنا پڑتی ہے۔ تاہم یہ امر لازمی ہے کہ دعا چاہے کمزور ہی کیوں نہ ہو مصیبت کو کچھ نہ کچھ ہلکا ضرور کر دیتی ہے۔

سوم: دعا اور مصیبت برابر درجے کی ہیں اور یہ دونوں آپس میں مقاومت اور مقابلہ کرتی ہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تقدیر سے بچنا ممکن نہیں اور دعا آئی ہوئی مصیبت میں اور جواب تک نہیں آئی، اس میں نفع دیتی ہے۔ اور مصیبت جب اترتی ہے تو دعا اس کا مقابلہ کرتی رہتی ہے۔ روزِ قیامت تک دعا اور مصیبت آپس میں جنگ کرتی رہتی ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا آئی ہوئی مصیبت اور آئندہ آنے والی مصیبت میں نفع دیتی ہے پس اے اللہ کے بندو! تم دعا کو لازم پکڑو۔

حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قضاء وقدر کو کوئی چیز رد نہیں کرسکتی سوائے دعا کے، اور کوئی چیز عمر کو بڑھا نہیں سکتی سوائے نیکی کے۔ آدمی گناہوں کی وجہ سے رزق وروزی سے محروم ہوجاتا ہے گناہ روزی کو تباہ کردیتا ہے۔

دعا میں الحاح وزاری

نافع اور مفید ترین دعا وہ ہے جس میں الحاح وزاری کی جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر خفا ہوتے ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعا کرو تو بے تابی نہ آنے دو کیونکہ دعا کرنے کے بعد کوئی شخص ہلاک نہیں ہوسکتا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : کہ اللہ تعالیٰ دعا میں الحاح وزاری کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

دعا کی تاثیر

وہ آفت جو دعا کا اثر مرتب ہونے سے روکتی ہے، یہ ہے کہ بندہ جلد بازی کر جاتا ہے۔ دعا کی مقبولیت میں جب تاخیر ہوتی ہے تو بندہ مایوس ہو کر دعا ترک کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے اگر تم جلد بازی نہ کرو۔ دعا کرنے والا کہنے لگتا ہے کہ میں نے دعا کی مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندے کی دعا قبول ہوتی ہے وہ گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلد بازی نہ کرے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جلد بازی یہ ہے کہ بندہ کہنے لگتا ہے میں نے دعا کی اور بہت ہی دعا کی لیکن میری دعا قبول ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس حالت کو پہنچ کر وہ مایوس ہو جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

اجابت دعا کے خاص اوقات

کسی مقصد کے لئے جب دعا کے ساتھ حضور قلب اور جمعیت خاطر موجود ہو اور اجابت دعا کے چھ خاص اوقات میں سے کوئی وقت بھی پایا جائے تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ وہ چھ اوقات یہ ہیں:

۱۔ رات کا آخری تہائی حصہ

۲۔ اذان کے وقت

۳۔ اذان واقامت کے درمیان کا وقت

۴۔ فرض نماز کے بعد

۵۔ جمعہ کے دن جب امام منبر پر چڑھے تا آنکہ نماز جمعہ ختم ہو جائے

۶۔ جمعہ ہی کے دن نماز عصر کے بعد کی آخری ساعت

ان اوقات کے ساتھ ساتھ قلبی خشوع وخضوع ضروری ہے اور بارگاہ رب العالمین میں عجز وانکسار، ذلت وخاکساری، تضرع والحاح اور رقت قلب بھی ضروری ہے۔ دعا کرنے والے کا رخ قبلہ کی طرف ہو، کامل طہارت کے ساتھ ہو، اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ الٰہی میں اٹھائے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بجا لائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ پر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں درود شریف بھیجے اور اپنی حاجت پیش کرنے سے قبل توبہ و استغفار کرے۔ پھر پوری ہمت اور توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور نہایت الحاح وزاری اور خاکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اپنا سوال پیش کرے۔ امید وخوف کے ساتھ اس کی جناب میں دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی مقدس صفات اور اس کی توحید کا وسیلہ پکڑے۔ دعا سے پہلے کچھ صدقہ وخیرات کرے تو امید ہے یہ مسترد نہ ہوگی۔ خصوصاً جب وہ دعائیں پڑھی جائیں جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک بار وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بیٹھے تھے ایک آدمی نے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد اس نے یہ دعا پڑھی:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ. بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ.

یہ سنکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آدمی اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے ذریعے مانگ رہا ہے کہ جس کے ذریعے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے اور جب سوال کیا جاتا ہے تو وہ دیتا ہے۔

حضرت اسماءؓ بنت یزید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔

اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ

اورالم اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَا الْحَیُّ الْقَیُّوم ۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت انسؓ بن مالک اور ربیعہؓ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یَا ذَوالْجَلاَلِ وَالْاِکْرَامُ کہہ کر الحاح کرو۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی اہم امر پیش آتا تو آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے اور جب آپ دعا میں کامل مساعی فرماتے تو یَا حَیُّ یَا قَیُّوم پڑھا کرتے۔

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی دشوار امر پیش آتا تو آپ یَا حَیُّ یَا قَیُّومَ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ پڑھا کرتے۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسم اعظم قرآن حکیم کی تین سورتوں میں ہے۔ سورہ بقرۃ، سورہ ال عمران اور سورہ طٰہٰ میں۔ حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان تین سورتوں میں اسم اعظم تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسم اعظم اَلْحَیُّ الْقَیُّوم ہے۔

حضرت سعدؓ بن وقاص سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حضرت ذوالنون (حضرت یونسؑ) نے مچھلی کے پیٹ میں جو دعا کی تھی وہ یہ ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ (سورۃ الانبیاء) جس مسلمان نے کسی حاجت کے لئے اس دعا کو پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔

حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ تم میں سے کسی کو جب کوئی مشکل پیش آئے تو یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کو آسان کردیگا اور وہ حضرت ذوالنون علیہ السلام (حضرت یونس علیہ السلام) کی دعا ہے۔

حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اسم اعظم نہ بتلاؤں؟ اسم اعظم حضرت یونس علیہ السلام کی دعا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں، انبیاء کرام میں سے جس پیغمبر کو کوئی بے چینی ہوئی اس نے تسبیح "سبحان اللہ" کے ذریعے اللہ سے فریاد کی۔

اَلْجَوابُ الْکَافِی لِمَنْ سَالَ عَنِ الدَّواءِ الشَّافِیُ ،
آٹھویں صدی ہجری کے مشہور عالم دین اور صاحب قلم بزرگ امام محمد بن ابی بکرا بن قیم الجوزیہ (ولادت ۶۹۱ ہجری۔ وفات ۷۵۱ہجری) کی ایک مختصر مگر نہایت ہی مقبول کتاب ہے۔ آپ امام ابن تیمیہؒ کے سب سے مشہور شاگرد ہیں۔ کتاب کا اردو ترجمہ مولانا ابوالعلاء محمد اسماعیل صاحب گودھروی نے کیا ہے۔ پیش لفظ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے لکھا ہے اور تقریظ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی نے لکھی ہے۔ اوپر دیا گیا مواد اس کتاب کے ابتدائی 50 صفحات سے اخذ کیا گیا ہے۔

دعا کے بارے میں حضرت تھانویؒ کے ارشادات

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَلدُّعَاءُ مُخُ الْعِبَادَۃ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا عین عبادت ہے خواہ کسی قسم کی ہو، دینی ہو یا دنیوی، ہو مگر نا جائز امر کے لئے نہ ہو خواہ چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے ہو یا بڑی چیز کے لئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو۔ جتنی عبادتیں ہیں اگر دنیا کے لئے ہوں تو عبادت نہیں رہتیں مگر دعا ایک ایسی عبادت ہے کہ یہ اگر دنیا کے لئے بھی ہو تب بھی عبادت ہے اور ثواب ملتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اس پر اللہ تعالیٰ غصہ کرتے ہیں اور جو برابر مانگتا رہے اس سے خوش ہوتے ہیں۔

دعا صرف امور غیر اختیاریہ کے لئے نہیں مانگی جاتی جیسا کہ عام خیال ہے کہ جو امر اپنے اختیار سے خارج ہوتا ہے وہاں

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جوان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرمارہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کیلئے انتہائی مؤثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر Cholestro Care — Rs. 200	کلیسٹرو کو صحیح حالت پر رکھتا ہے۔	Cough Ez — Rs. 30	کھانسی کیلئے گولیاں
پین گو Pain Go — Rs. 100	مالش کیلئے ہر طرح کے درد کیلئے مفید ہے	کیوریکس Curex — Rs. 175	کھانے کیلئے جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
ہیر گارڈ آئل Hair Guard Oil — Rs. 500	بالوں کی صحت کیلئے مفید ہے۔	Detergent Super Wash — Rs. 75	Shampoo Hair Care — Rs. 100

0321-6569339

ملنے کا پتہ:

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج۔ اقبال کے شاہینوں کا مسکن۔ راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے

پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی

صقارہ سائنس کالج

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

داخلہ جاری ہے

(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)	داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1	پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت	طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم	صحت افزاء مقام	شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع	

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دارالعرفان منارہ ڈاکخانہ نورپوری ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

FOR FEED BACK: SIQARIAH@SIQARAHEDU.COM, SIQARAHEDU.COM
VICEPRINCIPAL@SIQARAHEDU.COM , VISIT AT: WWW.SIQARAHEDU.COM

مجبور ہوکر دعا مانگی جاتی ہے ورنہ تدبیر پر اعتماد ہوتا ہے بلکہ امور اختیار یہ میں بھی دعا کی سخت ضرورت ہے۔ اصل کام تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔قرآن مجید اور احادیث میں دعا کی ترغیب اور فضیلت جابجا وارد ہے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو دعا کی توفیق ہوگئی اس کے لئے قبولیت کے دروازے کھل گئے۔ ایک روایت میں ہے جنت کے دروازے کھل گئے۔

اور ارشاد فرمایا کہ قضا کو صرف دعا ہٹا دیتی ہے احتیاط و تدبیر سے نہیں ٹلتی اور دعا نازل شدہ بلا سے بھی نافع ہے اور اس بلا سے بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئی اور کبھی بلا نازل ہوتی ہے اور ادھر سے دعا پہنچ کر اس سے ملتی ہے اور دونوں میں قیامت تک کشتی ہوتی رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ قبل مصیبت بھی دعا کرتا رہے اس کی برکت سے مصیبت نہیں آتی اور کبھی اس کی وجہ سے مصیبت ٹل جاتی ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی قدر و منزلت نہیں اور جس کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمالیا کریں اس کو چاہیے کہ خوشی اور عیش کے وقت کثرت سے دعا مانگا کرے۔اور ارشاد فرمایا کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمان کا نور ہے۔

دعا میں خاصیت ہے کہ اس سے تدبیر ضعیف بھی قوی ہوجاتی ہے۔دعا کرنے سے بندہ کو حق تعالی سے خاص تعلق ہوجاتا ہے۔جس وقت انسان دعا کرتا ہے اُس وقت غور کرکے ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اُس کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق محسوس ہوگا۔بغیر اس کے خاص تعلق نہیں ہوتا بلکہ صرف ہوائی تعلق ہوتا ہے۔

دعا سے ایک نفع یہ ہے کہ روز محشر جب اس سے سوال ہوگا کہ تم نے حق کا اتباع کیوں نہیں کیا؟ اس وقت یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ سے دعا بھی مانگی تھی کہ مجھ پر حق واضح ہو جائے۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وعنائت سے نیک بندوں کی عاجزی اور دعا وزاری پر نظر فرما کر محض اپنی قدرت سے تھوڑے سے اسباب یا بلا اسباب اثر مرتب فرما دیتے ہیں۔

احادیث شریف میں دعا کی بڑی فضیلت آئی ہے اور عقلاً بھی یہ سب سے بڑی چیز ہے اور یہ ہر تدبیر سے بڑھ کر تدبیر ہے بلکہ حقیقت میں اس کا درجہ تدبیر سے بڑھ کر ہے۔اس کو تقدیر سے زیادہ قرب ہے کیونکہ اس میں اس ذات سے درخواست ہے جس کے قبضہ میں تقدیر ہے۔سب تدبیریں کرتے ہیں مگر دعا نہیں کرتے۔ بس دو تین دعائیں یاد کرلی ہیں، نماز کے بعد آموختہ کے طور پر اُن کو پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں۔(نہ خشوع ہے نہ خضوع) یہ تو عملی غلطی ہے۔ دوسری علمی غلطی یہ ہے کہ دعا کے قبول نہ ہونے سے شیطان یہ دھوکہ دیتا ہے کہ یہ تدبیر تو سب تدبیروں سے کمتر ہے۔ دیکھو دعا مانگتے اتنا عرصہ ہوگیا مگر دعا قبول ہی نہیں ہوتی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جو دعا میں اڑ جائے اور پھر عطا نہ ہو خواہ سر دست اس کو دیدیں یا آئندہ کے لئے جمع کردیں۔اس سے معلوم ہوا کہ دعا قبول ضرور ہوتی ہے مگر صورتیں اس کی مختلف ہیں۔کبھی تو وہی مل جاتا ہے جو مانگا تھا اور کبھی اس سے افضل چیز عطا ہوتی ہے اور کبھی دنیا میں کچھ عطا نہیں ہوتا بلکہ اس کا اجر آخرت میں جمع کرکے اس کو دیا جائیگا۔اس وقت ثواب کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ کاش! ہماری سب دعائیں آخرت ہی میں ذخیرہ رہتیں دنیا میں ایک بھی نہ ملتی۔پس یقین کرلینا چاہیے کہ ہماری سب دعائیں قبول ہی ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی مصلحت کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔پس اس بات کو بھی وہی خوب جانتے ہیں کہ جو نعمت دعا میں مانگی جارہی ہے ہمارے لئے مناسب ہے یا نہیں اور مناسب ہے تو کس وقت اور کس حالت میں مناسب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ کہ ہم ہر دعا کرنے والے کی درخواست کو لے لیتے ہیں اور اس پر توجہ کرتے ہیں، بے توجہی نہیں کی جاتی۔تو جب درخواست لے لی گئی ہے تو اگر اس کو پورا کرنا مصلحت کے خلاف نہ ہوا تو ضرور پوری ہوگی ورنہ اس کی جگہ کچھ اور مل جائیگا۔سو یہ تو عین کامیابی

ہے۔ پس اجابت جس کا وعدہ ہے اس کے معنی درخواست کا لے لینا اوراس پر توجہ کرنا ہے۔ یہ اجابت یقینی ہے آگے دوسرا درجہ ہے کہ جو مانگا ہے وہی مل جائے، اس کا وعدہ نہیں (اگرچہ ممکن ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے دعا و توکل کے ساتھ اسباب کی رعائت فرمائی ہے کہ نہ دعا کے بھروسہ پر اسباب کو چھوڑ دے اور نہ اسباب میں ایسا منہمک ہو کہ مسبب الاسباب پر نظر نہ رہے۔ معمولی چیز بھی اللہ ہی سے مانگیں اور یہ نہ سمجھیں کہ چھوٹی چیز مانگنے سے حق تعالیٰ ناخوش ہونگے کیونکہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر بڑی چیز چھوٹی ہے۔ ان کے نزدیک عرش اور نمک کی ڈلی برابر ہے۔

حرف آخر:

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وہ مدت مدید تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے اور اس اثناء میں ان پر بہت سی بیماریاں آتی رہیں۔ انہیں نہ کوئی طبیب میسر آیا نہ دوا۔ وہ صرف سورۂ فاتحہ سے اپنا علاج کرتے رہے اور اس کے اندر عجیب وغریب تاثیر پائی۔ افسوس انہوں نے سورۂ فاتحہ سے علاج کی کوئی تفصیل نہیں لکھی اگر وہ اپنے تجربے کی کچھ تفصیل تحریر فرما دیتے تو ان کی کتاب کا مطالعہ کرنے والے لوگ اس سے استفادہ کر سکتے تھے۔ خاکسار بندۂ ناچیز نے اس سلسلے میں مجدد طریقت، حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحبؒ کے بتائے ہوئے چند وظائف جن میں سے اکثر المرشد کے حضرت جی نمبر میں شائع ہوئے ہیں جمع کئے ہیں جو قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

ہر قسم کی پریشانی دور کرنے کے لئے

1۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

500 مرتبہ روزانہ

2۔ حضرت یونسؑ کی دعا لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ کم از کم 3 تسبیح روزانہ

3۔ معوذتین اور آیت الکرسی کو اپنا روزانہ کا معمول بناؤ۔

4۔ 786 مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم باوضو پڑھا کریں اور دعا مانگیں۔

5۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

5 تسبیح مع اول وآخر درود شریف 10 مرتبہ

اصلاح اولاد کے لئے

اول آخر درود شریف 11 یا 21 یا 41 مرتبہ اور درمیان میں دعا رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ایک تسبیح روزانہ صبح کی سنتوں اور فرضوں کے بعد۔

طلب اولاد کے لئے

صبح وشام 21 مرتبہ اور ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف۔ التحیات میں بھی اس کو پڑھا جائے۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ۔

دشمن کے شر سے بچنے کے لئے

ہر نماز کے بعد سورۃ القریش پڑھ کر دشمن کے شر سے پناہ مانگیں۔

کشائش رزق

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

5 تسبیحات روزانہ

قبولیت دعا

500 مرتبہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھ کر جو دعا مانگو گے قبول ہوگی۔

رزق میں کمی نہ ہونے کے لئے

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی ایک تسبیح روزانہ

حاکم کے سامنے پیش ہونے اور فیصلہ ہونے تک

درود شریف نماز والا اول آخر 7 مرتبہ حسبی اللہ ونعم الوکیل 500 مرتبہ یہ وظیفہ سورج نکلنے سے لے کر غروب ہونے تک کسی بھی وقت

شیاطین کے حملوں سے بچاؤ کے لئے

بعد نماز عشاء باجماعت پاک بستر پر بیٹھ کر یا لیٹ کر 100 مرتبہ آیۃ الکرسی کو پڑھنا ہے۔ بدھ کے دن شروع کریں اور 7 دن اسی طرح کرتے رہیں۔ وظیفہ پورا ہونے کے بعد روزانہ 11 مرتبہ آیۃ الکرسی پڑھنی ہے، پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے پورے جسم پر پھیریں۔ شیاطین کے حملوں سے بچاؤ کے لئے بہت مؤثر ہے۔

رزق کی تنگی اور ہر قسم کی پریشانی دور کرنے کے لئے

اللہ الصمد کی 11 تسبیح اول آخر درود شریف پڑھیں۔

عذاب قبر سے بچنے کے لئے

مغرب سے سونے تک سورۃ الملک، آیۃ الکرسی اور معوذتین کی تلاوت کریں۔

ہر درد کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمد

حضرت جیؒ ذکر لسانی میں درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے کیونکہ اس سے نبی کریم ﷺ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور آخرت میں آپ کے قرب کا وسیلہ ہے۔ اس سے دنیاوی حوادث اور مصائب کم ہونگے رزق کی کمی دور ہوگی اور قیامت میں قرب رسول نصیب ہوگا۔

ایک ساتھی نے پوچھا کون سا درود شریف پڑھا جائے۔ فرمایا: درود ابراہیمی۔ عرض کی یہ تو لمبا ہے فرمایا: فضائل بھی تو اتنے زیادہ ہیں میں خود بھی پڑھتا ہوں۔

حضرت شیخ المکرّم مدظلہ العالی اکثر ایک حدیث مبارکہ بیان فرماتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی کتنی مقدار اپنے اوقات دعا کے لئے مقرر کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ایک چوتھائی حضور ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس پر بڑھادے تو تیرے لئے بہتر ہے تو میں نے عرض کی نصف کردوں حضور ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر بڑھادے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا دوتہائی کردوں حضور ﷺ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھادے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا پھر میں اپنے سارے وقت کو آپ ﷺ کے درود کے لئے مقرر کرتا ہوں فرمایا تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کئے جائیں گے (ترمذی شریف)۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب جن میں تقریباً ہر مسئلہ، پریشانی اور بیماری کا علاج بذریعہ قرآنی آیات درج ہے سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

شفاء العلیل ۔ القول الجمیل ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اعمال قرآنی: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

طب روحانی: مولانا محمد ابراہیم دہلوی

کتاب الداء والدواء: ملک دین محمد اینڈ سنز نے شائع کی ہے۔ تمام امراض کا علاج قرآنی آیات اور احادیث کے حوالے سے دیا گیا ہے۔

شیخ المکرّم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ جماعت کے بعض ساتھی چھوٹے چھوٹے مسائل کے لئے لمبے لمبے خط لکھ کر ان کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ بعض خطوط حضرت پڑھ کر پھینک دیا کرتے ہیں کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کا جواب دیا جائے سب ذاکرین کو خیال ہونا چاہیے کہ حضرت کا وقت بہت قیمتی ہے۔ صرف اشد ضرورت کے وقت خط لکھا جائے۔ ایک یا دو صفحات سے زیادہ نہ ہو۔ اگر مندرجہ بالا طریقہ پر دعا مانگی جائے یا وظائف کئے جائیں تو انشاء اللہ شیخ المکرّم کو لمبے لمبے خط لکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اکرم التفاسیر عنوان: زندگی کے ہر کام میں اعتدال

پارہ۔ ولوانا۔ سورۃ الاعراف = آیات۔ 29-31 رکوع 3

آعوذ بالله من الشيطن الرجيم ٥

بسم الله الرحمن الرحيم ٥

قُلْ اَمَرَ رَبِّىْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ٥ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ٥يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

ترجمہ: ان آیات مبارکہ کا سادہ سا ترجمہ عرض کئے دیتا ہوں۔ جب کوئی برائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کام کرتے پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ فرما دیجئے یقیناً اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتے اور تم اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ فرما دیجئے اللہ نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے رخ کو ہر عبادت کے وقت بالکل سیدھا کرو قبلہ کی طرف، اللہ کی طرف اور اسے خلوص کے ساتھ پکارو خاص اسی کی عبادت کرو۔ اس لئے کہ جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا گیا ہے موت کے بعد تمہیں دوبارہ اسی طرح لوٹایا جائے گا۔ لیکن جماعتیں دو ہو جاتی ہیں۔ ایک جماعت وہ جو ہدایت پر ہے اور دوسری جس کے لئے گمراہی لکھی گئی ہے۔ وہ اس لئے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے شیاطین کو اپنا دوست بنایا اللہ کو چھوڑ کر اور پھر یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں۔ اے اولاد آدم تم مسجد میں حاضری کے وقت یا عبادت کے وقت اچھا لباس پہنا کرو۔ اچھا کھاؤ پیو لیکن حد سے مت نکلو۔ اس لئے کہ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

تفسیر: پچھلے رکوع میں بیان تھا کہ شیطان کس طرح مردود ہوا؟ کس طرح اس نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم کھائی اور کس طرح وہ کر رہا ہے تو اسی ضمن میں ارشاد ہو رہا ہے کہ لوگ ایسے بدنصیب ہیں کہ جب برائی کرتے ہیں غلط عمل کرتے ہیں، غلط عقیدہ رکھتے ہیں، رسومات میں کھو جاتے ہیں، حقائق کو چھوڑ کر دین کو چھوڑ کر روایات کی پیروی کرتے ہیں تو کہتے یہ ہیں وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَ نَا ہم نے تو باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ، اللہ کا حکم اسی طرح ہے، یہی دین ہے۔ اس زمانے میں بھی یہی ہو رہا ہے کہ دینی فرائض کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ دین کے احکام کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن جو رسومات بن گئی ہیں ان کی پابندی اتنی زیادہ ہے کہ جو شخص وہ رسم نہ کرے تو کہتے ہیں کہ یہ تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ دین نہیں ہوتا رسم ہوتی ہے۔ اور کوئی فرائض چھوڑ دے اور بڑے سے بڑا جرم کرتا رہے تو کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اکثریت سود کھا رہی ہے۔ کوئی نہیں کہتا یہ وہابی ہو گیا، کوئی نہیں کہتا کہ یہ اچھے مسلمان نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن نے جو سزائیں مقرر کی ہیں جیسے چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، ڈاکو کا ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیا جائے، قاتل کو بدلے میں قتل کیا جائے ان میں سے سب سے سخت سزا زانی کے لئے رکھی ہے۔ جس میں سنگسار ہے کہ پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے اور کوئی اس پر

رحم نہ کھائے لیکن جب سود کی بات آئی تو سزا مقرر کی۔ فرمایا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جو سود کھاتا ہے وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔ یعنی سود کھانا لڑائی ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ لیکن اس کا نام منافع رکھ کے کھایا جا رہا ہے۔ کچھ لینے والے ہیں کچھ دینے والے ہیں۔ الا ماشاء اللہ، اللہ ہی کسی کو بچائے۔ کوئی بینک سے لے کر کھا رہا ہے، کوئی ڈاک خانے سے لے کر کھا رہا ہے۔ کوئی ادھر ادھر سے لے کر کھا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہتا کہ یہ سود کھانے والے وہابی ہو گئے ہیں۔ اور دین کے نام پر جو رسومات بن گئی ہیں اور جن کی کوئی اصل نہیں ان پر عمل نہ کرو تو کہیں گے یہ وہابی ہو گیا یہ اچھا مسلمان نہیں ہے اور پھر اس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے دیکھا حالانکہ محض باپ دادا کا عمل ہونا دلیل نہیں ہے ہاں اگر باپ دادا کا عمل قرآن سے ثابت ہے، سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو بہت اچھی بات ہے۔ پھر تو وہ اللہ کا حکم ہو گیا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہو گئی کہ وہ قرآن میں موجود ہو گا یا حضور ﷺ کی سنت میں موجود ہو گا۔ تو وہ عمل باپ دادا کا تو نہ رہا۔ باپ دادا تو ہم تک پہنچانے کا ایک ذریعہ بنے۔ وہ تو حکم ہو گیا اللہ کا یا اللہ کے رسول ﷺ کا، لیکن جو چیزیں دین کے خلاف ہیں اور غلط رسومات شروع ہو گئی ہیں، اس پر باپ دادا کا عمل ہے تو یہ دلیل نہیں بن سکتی۔ لیکن لوگ بجائے اس کے کہ وہ یہ سمجھیں کہ اگر ہمارے پہلوں سے غلطی ہوئی ہے تو ہم تو توبہ کر لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہی ایسا ہے ورنہ ہمارے باپ دادا ایسا کیوں کرتے؟

قرآن حکیم بڑی خوبصورت بات ارشاد فرماتا ہے کہ جتنی رسومات جن کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے نہیں ہے، دین کے نام پر جتنی رسومات جاری کی گئی ہیں، ان سب میں برائی موجود ہے۔ کہیں کسی سے پیسے لینے کی بات ہو گی، لوگوں کے پیسے لے لیں گے، لوگوں کے پیسے کھا جائیں گے، کہیں کوئی اور خرابی ہو گی یعنی کہیں نہ کہیں برائی ان میں موجود ہو گی تو قرآن کریم نے بڑی خوبصورت بات کی کہ اللہ کبھی برائی یا بے حیائی کا حکم نہیں دیتے۔ ان رسومات میں جو قرآن و سنت سے ثابت نہیں ہیں ان میں کوئی نہ کوئی برائی موجود ہے بے حیائی موجود ہے اور یہ کہنا کہ یہ اللہ کا حکم ہے تو کیا اللہ کبھی بے حیائی کا حکم دیتے ہیں۔ اللہ کریم تو بے حیائی سے منع فرماتے ہیں۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ تم جانتے نہیں ہو اور خواہ مخواہ ایک بات منہ سے نکال دیتے ہو۔ تمہیں اتنی سمجھ بھی نہیں ہے کہ جو اللہ کا حکم نہیں ہے اُسے حکم اللہ قرار دینا کتنا بڑا جرم ہے اور اس کی کتنی بڑی سزا ہو گی۔ پھر فرمایا: اے میرے حبیب ﷺ! انہیں فرما دیجئے اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ میرے پروردگار نے انصاف کا حکم دیا ہے۔ انصاف سے مراد ہوتی ہے کہ کسی فریق کا کوئی حق ضائع نہ ہو۔ نہ کام کرنے والے کا کوئی حق ضائع ہو نہ جو دوسرے لوگ کام میں شامل ہوتے ہیں ان کا کوئی حق ضائع ہو۔ تو اگر کسی نے ایسی رسومات بنا لی ہیں کہ لوگوں کی اکثریت مال دے اور چند لوگ کھا پی کر الگ ہو جائیں تو اس طرح سب کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اللہ تو اس ناانصافی کا حکم نہیں دیتا۔ اللہ تو ناانصافی سے منع فرماتا ہے، اللہ نے تو ناانصافی کا حکم نہیں دیا اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ۔ اللہ نے عدل کا، انصاف کا، اعتدال کا حکم دیا ہے۔ مومن کی تو عبادت بھی اعتدال ہے۔ مومن عبادت بھی کرتا ہے فارغ بھی رہتا ہے، راتوں کو عبادت بھی کرتا ہے سوتا بھی ہے، کھاتا پیتا بھی ہے۔ روزے بھی رکھتا ہے، اچھا لباس پہنتا ہے لیکن تکبر اور فخر کے لئے نہیں۔ ہر آن اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، جائز کام کرتا ہے ناجائز سے بچتا ہے۔ اللہ نے اسی انصاف کا، اعتدال کا، خوبصورت زندگی کا حکم دیا ہے۔

اور فرمایا ہے وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو قبلہ رو ہو کے سجدہ کرو۔ قبلہ سیدھا رکھنا سے مراد ہے کہ اعضائے ظاہری جو ہیں ان کو درست رکھو۔

ظاہری صورت کوصحیح کرلو وَ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط اسی طرح باطنی کیفیت کو خالص اللہ کے لئے کرلو۔ بڑی عجیب بات ہے آج کل ایک رواج ہوگیا ہے۔لوگ کہتے ہیں اگر ہم نماز نہیں پڑھتے تو کیا ہوا ہمارا اندر بڑا صاف ہے، ہمارے دل میں بڑا خلوص ہے۔ حالانکہ اندر جو کچھ ہوتا ہے اس کا اثر باہر بھی آتا ہے۔ اگر اندر خلوص ہے، اگر اندر اللہ سے کوئی تعلق ہے، تقویٰ ہے، پرہیز گاری ہے تو وہ اعضاء وجوارح سے، زبان وکلام سے، کردار سے، لوگوں کے ساتھ برتاؤ سے ظاہر ہوگا۔ اگر لوگوں کے ساتھ برتاؤ اچھا نہیں ہے، زبان و کلام اچھی نہیں ہے، لین دین اچھا نہیں ہے، عبادات صحیح نہیں ہیں یا عبادت ادا ہی نہیں کرتا، فرائض ادا ہی نہیں کرتا تو اندر کی صفائی کا دعویٰ محض جھوٹ ہے۔ دل تو بادشاہ ہے جو کچھ دل میں ہوتا ہے اعضاء وجوارح اسی کی تائید کرتے ہیں۔ تو فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو درست کرو، لباس صاف ستھرا ہو، پاکیزہ ہو، سجدے کے وقت قبلہ رو ہو، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں پیشانی زمین پہ لگے اور اس کے ساتھ قلبی خلوص بھی ہو۔ وَ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص اسی کی عبادت کے لئے اسے پکارو۔ بعض لوگ ظاہراً بڑا حلیہ بنالیتے ہیں ، داڑھی بھی رکھ لیں گے، لباس بھی مخصوص بنالیں گے، طویل وظائف پڑھیں گے بڑے لمبے لمبے سجدے کریں گے اور مقصد یہ ہوگا کہ لوگ بڑا پارسا سمجھیں یا شیرینیاں دیتے رہیں، خدمت کرتے رہیں، ہاتھ پاؤں چومیں۔ تو بظاہر بندے کا ظاہر درست ہے لیکن اس میں اتنی بڑی خرابی آ گئی ہے کہ اس کے ظاہر کی بھی کوئی حیثیت نہ رہی۔ فرمایا: صورت عبادت کا اعتبار نہیں جب تک اس میں خلوص نہ ہو۔ لہٰذا یہ اہتمام کیا جائے کہ عبادت میں دکھاوا نہ ہو، ریاکاری نہ ہو، دنیا کے لئے نہ ہو، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے عبادت ہو۔ یعنی عبادت کا اور اطاعت کا طریق کار یہ نہیں کہ رسومات کے پیچھے لگ جاؤ، رواجات کے پیچھے لگ جاؤ پھر کہو کہ ہمارے باپ دادا بھی ایسا کرتے تھے یہی حکم ہے۔ یہ درست نہیں بلکہ درست یہ ہے کہ اپنا ظاہر اس طرح سے کرلو جس طرح سے کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا۔ جیسے غریب آدمی قیمتی لباس نہیں پہن سکتا لیکن صاف ستھرا تو پہن سکتا ہے۔ سستا بھی ہو تو اسے پاکیزہ تو رکھ سکتا ہے، صاف ستھرا تو رکھ سکتا ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق پہنے اپنی حیثیت سے بڑھ کر نہیں۔ فرمایا: اپنی حیثیت کے مطابق اپنے ظاہر کو درست کرو۔ لباس پاک ہو، صاف ستھرا ہو، رخ اللہ کی طرف ہو، سجدہ صرف اس کا کرو، اعضاء وجوارح، کردار، لوگوں سے معاملات، لین دین، بات، سب میں راستی اختیار کرو۔ غلط باتیں زبان سے نہ نکالو، جھوٹے وعدے نہ کرو، لوگوں کو دھوکا نہ دو، لوگوں کا حق نہ کھاؤ، اپنا حق محنت کر کے حاصل کرو۔ یہ ساری باتیں اس حکم میں آ جاتی ہیں۔ قُلْ اَمَرَ رَبِّی بِالْقِسْطِ میرے رب نے تو انصاف کا، عدل کا حکم دیا ہے کہ ہر بات میں، ہر کام میں، ہر معاملے میں انصاف کرو اور عبادت کے وقت اپنا رخ اللہ کی طرف سیدھا کرلو ظاہراً بھی باطناً بھی۔ اور عبادت بھی خالص اس کی کرو اپنے اندر کو بھی سیدھا کرلو دل کو بھی سیدھا کرلو، اور دل میں بھی خلوص ہو اور محض اللہ کی رضا کے لئے اللہ کی عبادت کرو۔ اس ضمن میں بڑی چھوٹی چھوٹی باتیں آ جاتی ہیں جو بڑے بڑے فاصلے پیدا کر دیتی ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ وہم ہو جاتا ہے کہ میں باقاعدگی سے پانچ وقت نماز ادا کرتا ہوں، تہجد بھی پڑھتا ہوں، تسبیحات بھی پڑھتا ہوں لہٰذا میں اس بات کا حقدار ہو چکا ہوں کہ جو دعائیں کروں قبول ہونی چاہیے۔ پھر انہیں شکوہ یہ ہوتا ہے کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں لیکن میری صحت ٹھیک نہیں ہے، نماز بھی پڑھتا ہوں میرے بیٹے کو نوکری نہیں ملتی، میں نماز بھی پڑھتا ہوں لیکن میرا فلاں کام نہیں ہوتا۔ سمجھنے کیلئے بڑی سادہ سی بات ہے کہ تم اللہ کی عبادت اللہ کو راضی کرنے کیلئے کرتے ہو یا خود اللہ کی جگہ حاکم بننا چاہتے ہو۔ معبود برحق صرف اللہ ہے اور یہ اس کے فیصلے ہیں کہ کس کو کب روزگار دینا ہے، کس کی کیسی صحت ہونی ہے، کس کی کتنی عمر ہونی ہے، کس کو کب مرنا ہے، کس کو کب جینا ہے، کس کا کیا قد کاٹھ ہونا

ہے کیا حلیہ ہوگا، کیا عقل و شعور ہوگا، کتنا رزق اس کو ملے گا، نمازیں پڑھ کے ہمیں یہ فیصلے کرنے کا حق نہیں مل جاتا بلکہ اگر آپ نماز باقاعدگی سے پڑھتے ہیں، تہجد بھی الحمد للہ پڑھتے ہیں، مسجد میں پڑھتے ہیں تو بجائے اس کے کہ آپ اللہ کی جگہ حاکم بننا چاہیں آپ کو مشکور ہونا چاہیے کہ اللہ کا مجھ پر کتنا احسان ہے کہ مجھے توفیق دی ہے میں اس کے سجدے کرتا ہوں، مجھے قبول فرما۔ بھلا اس کی بارگاہ میں کیا کمی ہے؟ کتنی مخلوق ہے اس کی جو ہمہ وقت اس کی تسبیح کرتی ہے، کتنے فرشتے ہیں جو ہمہ وقت سربسجود ہیں۔ کتنے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سجدے کئے، کتنے صحابہ کرامؓ، کتنے اولیاء اللہ نے کئے۔ تو ہمارے سجدوں کی ان کے مقابل حیثیت کیا ہے؟ اگر ہم عبادت کرتے ہیں تو اس کی دی ہوئی توفیق عبادت ہے۔ اگر ہم نماز باقاعدگی سے پڑھتے ہیں، اگر ہمارے معاملات درست ہو گئے ہیں، لوگوں کے ساتھ ہمارا رویہ اور سلوک اچھا ہے اور ہم جائز اور حلال کھاتے ہیں، کسی کا حق نہیں مارتے تو اس کا مطلب ہے کہ ہم پر اللہ کا احسان ہے، ہم مزید اس کا شکر ادا کریں۔ دعا مانگنا بجائے خود عبادت ہے کہ کسی بھی کام کے لئے آپ اللہ کریم سے دعا تو کرتے ہیں تو وہ آپ سے راضی ہوتا ہے لیکن دعا حکم نہیں ہوسکتی کہ آپ نے دعا کی تو یہ آپ کا حکم ہو گیا۔ چنانچہ دعا کافی ہے۔ یہاں ہم مہینہ دعا کرتے رہتے ہیں یا اللہ بارش بھیج، بارش نہیں ہوتی۔ ہمارا کام تو درخواست کرنا ہے۔ بارش کب ہونی چاہئے، کتنی ہونی چاہئے؟ وہ اس کا اپنا نظام ہے وہ بہتر جانتا ہے وہ ہمارے مشورے کا محتاج نہیں۔ دعا نہ مشورہ ہے نہ حکم ہے ایک عاجزانہ درخواست ہے اور ایک سعادت ہے کہ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں گزارش تو کر دی، آپ نے ہاتھ اٹھا کر بات تو اللہ کریم سے کر لی یہ بجائے خود سعادت ہے۔ ہونا کیا ہے دنیا میں یہ اس کا نظام ہے۔ وہ قادر ہے وہ کرے گا۔ تو فرمایا بظاہر بھی اپنی حالت درست کر دو اور رخ سیدھا رکھو اور باطناً بھی، قلبی طور پر بھی خلوص سے اللہ کو پکارو۔

اللہ کی عبادت کا مقصد یا اس کی منزل محض اللہ کی رضا ہونی چاہیے پورے خلوص سے، اس کے علاوہ عبادت کا کوئی مقصد نہیں۔ یہ جو ہم سمجھتے ہیں کہ زیادہ نمازیں پڑھیں گے تو ہمیں زیادہ دولت مل جائے گی یہ سوچ ہی غلط ہے۔ دولت تو کافروں کے پاس بھی بے حساب ہے جو سرے سے اللہ کو مانتے ہی نہیں۔ وہ تو کوئی نماز نہیں پڑھتے، وہ تو اللہ ہی کو نہیں مانتے، اللہ کے نبیؐ کو نہیں مانتے، اللہ کی کتاب کو نہیں مانتے، دولت ان کے پاس بھی ہے، حکومتیں بھی ان کے پاس ہیں، سلطنتیں بھی ہیں۔ یہ اسکا اپنا نظام ہے دنیا کا کہ کس کو کب دینا ہے۔ ہاں، ہر ایک کو جو کچھ دیا ہے اس کا خود حساب لے گا۔ اس کا عبادت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے کہ کسی کو عبادت کی توفیق ارزاں فرما دے اس کے سجدے قبول فرما لے۔ سو اندر سے بھی یعنی دل سے بھی پورے خلوص سے وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ خالص اللہ کے واسطے اللہ کی رضا کے واسطے اس کو پکارو۔

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ آخری بات یہ ہے کہ جس طرح اس نے تمہیں پیدا کیا، دوبارہ موت کی گھاٹیوں سے گزار کر پھر اسی طرح لا کر کھڑا کر دے گا پھر تم زندہ کر دیئے جاؤ گے۔ لوگوں کو بڑا وہم ہوتا ہے کہ فلاں جل گیا، فلاں کو درندے کھا گئے، فلاں سمندر میں غرق ہو گیا، فلاں کا جہاز گرا تھا وہ اس میں تباہ ہو گیا، پتہ ہی نہیں وہ کہاں گیا، وہ کیسے زندہ ہوں گے؟ اللہ کریم کا عجیب نظام ہے کہ پیدا ہونے سے پہلے انسان کے اجزاء روئے زمین پر اتنے منتشر اور اتنے بکھرے ہوئے ہیں انہیں صرف اللہ ہی جمع کر سکتا ہے۔ کہیں سے گندم آرہی ہے، کہیں سے سبزی آرہی ہے، کہیں سے دودھ ملتا ہے، کہیں سے کتنی قسم کی غذائیں، کتنی قسم کی دوائیں کہاں کہاں سے آتی ہیں اور بندہ کھاتا ہے اور وہ اس کا جزو بدن بنتی ہیں۔ اس میں اس کے ذرات بھی اس تک پہنچتے ہیں۔ پھر وہ ایسا قادر ہے کہ باپ غذا کھاتا ہے اس میں جو ذرات اولاد کے ہوتے ہیں وہ اس کے جسم کا

حصہ نہیں بنتے صلب میں محفوظ ہوجاتے ہیں پھران کو شکم مادر میں منتقل کرتا ہے۔ ماں غذا کھاتی ہے تو جو اس کا نصیب ہے اس کے وجود کا حصہ بنتا ہے جو بچے کا نصیب ہے وہ بچے کے وجود کا حصہ بنتا ہے اللہ کریم اگر اتنی باریکی سے اجزاء کو تقسیم کردیتا ہے تو مرنے کے بعد گل سڑ کر کوئی نہ کوئی مادے کی صورت ہی بنے گی اتنے تو نہیں بکھرتے جتنے اجزاء پہلی دفعہ پیدا ہونے سے پہلے زمین پہ بکھرے ہوئے ہیں، مرنے کے بعد اتنے نہیں بکھر سکتے۔ تو فرمایا: کَمَا بَدَاَکُمْ جس طرح تم سب کو اس نے پہلی دفعہ تخلیق فرمایا ہے تَعُوْدُوْنَ اسی طرح لوٹا دے گا، اسی طرح زندہ ہو کر اس کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ گے۔ تو اصل معاملہ یہ ہے کہ جب ہماری پیشی ہو اس کی بارگاہ میں تو ہمارے ظاہری کام جو ہیں وہ بھی سیدھے ہوں، درست ہوں اور ہماری دلی خواہشات اور نیت اور ارادے جو ہیں وہ بھی خالص ہوں۔ تو اے انسان تجھ سے کبھی ظاہراً بھی غلطی ہوجاتی ہے، کبھی دل میں بھی غلط سوچ آجاتی ہے تو تجھے اپنی نگرانی کرنی چاہیے۔ اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ خلوص دل سے توبہ کرلے، اللہ سے معافی مانگے اور ہر وقت یہ دعا کرتے رہنا چاہیے کہ اے اللہ مجھے نیکی کی توفیق دے اور برائی سے بچا اور شیطان کے فریب سے محفوظ رکھ۔ فرمایا: انسانوں کے یہ دو دھڑے ہیں۔ پارٹیاں دو ہیں، جماعتیں دو ہیں، مذہب دو ہیں، انسان دو قسم کے ہیں۔ فَرِیْقًا ھَدٰی ایک طرح کے لوگ وہ ہیں جو ہدایت پر ہیں، نیکی پر ہیں، اللہ کی، اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ وَ فَرِیْقًا ھَدٰی وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْھِمُ الضَّلٰلَۃُ ط اور دوسرے وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ دنیا میں مومن اور کافر دو ہی قومیں ہیں۔

قرآن حکیم کے نزدیک، اللہ کے نزدیک انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں۔ وہ جو اللہ کے ساتھ استوار ہیں اور وہ جنہوں نے اللہ کو تسلیم نہیں کیا، نہیں مانا، جو کفر کی راہ میں پڑ گئے۔ فرمایا: فرقے دو ہی ہیں۔ جب تم قیامت کو اٹھو گے تو لوگ دو طبقوں میں تقسیم ہوجائیں گے۔ اس وقت بھی دو ہی ہیں۔ تمہیں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں بھی دو طرح کے لوگ ہوں گے، اللہ کی اطاعت کرنے والے مومن ایماندار الگ، کافر الگ اور یہ کفر میں کیوں پڑ گئے؟ گمراہی میں کیوں پڑ گئے؟ فَرِیْقًا ھَدٰی وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْھِمُ الضَّلٰلَۃُ جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ کیوں پڑ گئے گمراہی میں جب اللہ نے ہدایت کا اتنا سامان کیا تھا؟ انبیاء و رسل مبعوث فرمائے، کتابیں نازل فرمائیں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ امام الانبیاء تشریف لائے۔ قرآن حکیم جیسی کتاب اللہ نے نازل فرمائی اور قیامت تک اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ الحمد للہ ہم آج بھی جو الفاظ قرآن کے پڑھتے ہیں یہ وہی الفاظ ہیں جو اللہ کا ذاتی کلام ہے، اللہ نے نازل فرمایا اور یہ وہی حروف و الفاظ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے ادا ہوئے۔ قرآن کا ایک ایک لفظ پڑھنا اتنی بڑی سعادت ہے جو کسی حساب و کتاب، شمار میں نہیں آسکتی۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان پاک پر بھی جاری ہیں تو اس کے باوجود پھر لوگ برائی کی طرف کیوں بھاگتے ہیں؟ گمراہ کیوں ہوگئے؟ کافر کیوں ہوگئے؟ فرمایا اس لئے ہوگئے اِنَّھُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اس لئے گمراہ ہوگئے کہ انہوں نے اللہ کریم کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنالیا۔ شیطانوں کی دوستی سے جو انہیں نتیجہ ملا وہ کفر اور گمراہی اور ضلالت ہے۔ ہر وہ شخص خواہ وہ جن ہے یا انسان جتنا اللہ کا نافرمان ہے اتنا وہ شیطان ہے، اتنی وہ شیطنت کرتا ہے اور جس میں ایمان ہی نہیں کافر ہے اس کے تو شیطان ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔ قرآن کریم نے فرمایا: شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ الانعام:۱۱۲ شیطان جنوں میں سے بھی ہیں انسانوں میں سے بھی ہیں تو انسان ہی جب اللہ کا دامن چھوڑ دیتا ہے، اپنے نبی کا دامن چھوڑ دیتا ہے، اللہ کے دین کو چھوڑ دیتا ہے اور شیطانی کام کرنے لگتا ہے، شیطان کو اپنا دوست بنالیتا ہے تو وہ خود بھی شیطان بن جاتا ہے۔ نتیجتاً برے لوگوں کی

دوستی گمراہی میں لے جاتی ہے۔ گو ابلیس بڑا شیطان ہے پھر اس کی اولاد، پھر جنات ہیں جنہوں نے اس کو مانا، اس کا اتباع کیا اور شیطان بن گئے۔ پھر انسان جنہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو چھوڑ کر شیطانوں سے دوستی کی وہ بھی شیطان بن جاتے ہیں۔ فرمایا ان سے دوستی بندے کو اللہ کی اطاعت سے نکال کر گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ نبی ﷺ کے ارشاد پاک کا، حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی عطر بیچنے والے کی دکان پر جا بیٹھے تو وہاں بیٹھنے سے ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی عطر خرید بھی لے، خریدے نہیں تو ہوسکتا ہے دکاندار روئی کے ایک گالے پر خوشبو لگا کر اسے تحفتاً دے دے۔ یہ بھی نہ ہو تو کم از کم جتنی دیر وہ وہاں بیٹھا رہے گا اس کا دماغ معطر رہے گا اور اچھی اچھی خوشبوئیں آتی رہیں گی۔ لیکن برے لوگوں کی مجلس لوہار کی دکان ہے۔ ہوسکتا ہے وہاں لوہے کا کوئی گرم ٹکڑا یا آگ کا انگارہ اس پر آ پڑے اور اسے جلا دے۔ اگر اس سے بچ بھی گیا تو جتنی دیر بیٹھا رہے گا تو تپش، دھواں، آگ اس پر آتی رہے گی۔ اسی کو کسی نے منظوم کیا ہے فارسی میں:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

نیکوں کی صحبت میں بیٹھو گے نیک ہو جاؤ گے بدوں کی صحبت میں بیٹھو گے تو تم بھی برے ہو جاؤ گے۔ تو دوستی کرنے کیلئے تعلقات بنانے کیلئے کسی کے ساتھ بیٹھنے کیلئے بھی یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ بندہ اللہ کا اطاعت گزار ہے یا نہیں تو فرمایا یہ اس لئے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے شیطانوں کو دوست بنا لیا اللہ کو چھوڑ کر اور پھر اس قدر گمراہ ہوئے کہ برائی کر کے سمجھتے ہیں انہوں نے بڑا کام کیا وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اور پھر انہیں یہ گمان بھی ہے کہ وہ جو کرتے ہیں ٹھیک ہی کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا لوگ ڈاکے کر کے فخر کرتے ہیں کہ میں نے اتنا بڑا ڈاکہ کیا میرا کسی نے کچھ نہیں بگاڑا، میں نے اتنے قتل کر لئے میرا کسی نے کیا بگاڑ لیا ہے۔ میں نے فلاں کی سر عام بے عزتی کر دی میرا کسی نے کیا بگاڑ لیا۔ میں فلاں کا پیسہ کھا گیا اور میرا کیا ہوا حالانکہ برائی کر کے فخر کرنا شیطانی صفت ہے اور یہ شیطنت کی حد ہے۔ وہ بندہ پھر خود شیطان بن جاتا ہے۔ غلطی ہو گئی برائی ہو گئی تو کم از کم اس پر شرمندہ تو ہونا چاہیے لیکن آج ہمارے معاشرے میں کتنے ہی لوگ ہیں جو برائی پہ فخر کرتے ہیں۔ اسی کی بات ہو رہی ہے کہ برائی کر کے پھر یہ بھی گمان رکھنا کہ میں نے ٹھیک کیا یہ شیطنت ہے۔

فرمایا: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ٥ بڑی عجیب بات ہے کہ ہمیں اگر کہیں جانا ہوتا ہے، کسی محفل میں جانا ہوتا

ہے تو ہم پوری احتیاط سے اپنے کپڑے درست کر کے جاتے ہیں۔ کسی دوست سے ملنا ہوتا ہے تو بھی ہم اپنا لباس درست کر کے جاتے ہیں۔ کام سے دفتر وغیرہ جانا ہوتا ہے تو بھی جوتے سے لے کر ٹوپی تک یا کوٹ ٹائی، شلوار قمیض، پتلون جو جس کا لباس ہے وہ اپنا سارا لباس درست کر کے جاتا ہے۔ عجیب بات ہے جب اللہ کی عبادت کے لئے آتے ہیں تو بے سلیقہ لباس میں ملبوس لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جیب سے رومال نکالا سر پر رکھ لیا نماز پڑھ لی ۔ان سب حالات میں نماز مکروہ ہے۔ آپ نے کبھی دفتر جاتے ہوئے جیب سے رومال نکال کے سر پہ رکھا؟ کبھی کسی شریف آدمی سے ملتے وقت آپ نے یہ کیا کہ جی سر ڈھانپنے کے لئے رومال رکھ لیں۔ ہمیشہ ہر بندہ کوشش کرتا ہے امیر ہو یا غریب کہ جو بہتر لباس اس کے پاس ہے وہ پہن کر ملنے جائے۔ تو فرمایا: جب میری بارگاہ میں آتے ہو تو وہاں ڈھیلے ڈھالے کیوں ہوتے ہو؟ ظہور اسلام کے وقت تو یہ عالم تھا کہ لوگ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اور برہنہ ہو کر عبادت کرتے تھے۔ مرد کا وجود اگر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈھکا ہوا ہو تو اس کی نماز پھر بھی ادا ہو جائے گی یعنی ستر عورت کے بعد نماز ادا تو ہو جاتی ہے لیکن وہ مکروہ رہتی ہے۔ اگر آپ کے پاس اچھا لباس ہے آپ دفتر سے آئے آپ نے لباس بدلا آپ دھوتی کرتا پہن کر مسجد چلے گئے تو یہ درست نہیں ہے۔ نماز ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ آپ لوگوں کو ملنے کے لئے جاتے ہیں تو جیسا لباس پہنتے ہیں اگر نماز کے لئے آتے ہیں تو لباس کا اسی طرح اہتمام کرنا چاہیے، وہ ٹھیک ٹھاک ہونا چاہیے، وہ پاک ہونا چاہیے، صاف ہونا چاہیے اس لئے کہ آپ اللہ کے حضور پیش ہونے کے لئے جا رہے ہیں۔ بندے کو ملنے جائیں تو اپنی طرف سے اہتمام کر کے جاتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں جائیں تو ڈھیلے ڈھالے رہیں اور کوئی اس کی پرواہ نہ کریں یہ درست نہیں۔ تو فرمایا: یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ اچھا لباس پہنو ہر عبادت کے وقت اور ہر نماز میں۔ نماز کی بھی اسی طرح تیاری کرو جس طرح دفتر جاتے ہو یا کسی سے ملنے جاتے ہو اور اگر بچی بالغ ہے تو صرف سر پر دوپٹہ رکھنا کافی نہیں پورا ستر ہونا چاہیے، بال نظر نہیں آنے چاہئیں، پوری کلائیوں سمیت بازو ڈھکے ہونے چاہئیں، ٹخنے ڈھکے ہونے چاہئیں، لباس ٹخنے سے اوپر نہیں ہونا چاہیے، جسم مکمل طور پر ڈھکا ہوا ہونا چاہیے۔ ستر عورت سے مرد کی نماز ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی، اگر اس کے پاس پورا لباس ہے۔ ہم نے ایک عادت بنالی ہے کہ دفتر سے آتے ہیں یا کام سے آتے ہیں تو وہ لباس اتار کے کوئی ڈھیلا ڈھالا دھوتی کرتہ پہن کے مسجد کے لئے چل نکلتے ہیں۔ اس سے بھی نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ نماز کی بھی تیاری ہونی چاہیے اور ہر نماز میں لباس کی بھی تیاری کرنی چاہیے کہ وہ پاکیزہ بھی ہو، صاف ستھرا بھی ہو، اور ایسا بھی ہو کہ جس سے آپ ہر کسی سے مل سکتے ہوں۔ اگر آپ بندوں سے ملنے کے لئے وہ لباس پسند نہیں کرتے تو اللہ کی بارگاہ میں بھی پیش ہونے کیلئے وہ کافی نہیں۔ اللہ کے پاس جانے کے لئے بھی اس سے بہتر لباس پہننا چاہیے جس لباس میں بندوں کو ملتے ہیں تاکہ آپ کو اس حاضری کی اہمیت کا احساس ہو۔ خانہ پری تو نہیں کرنی کہ ہم نے سر ڈھانپا اور دو تین دفعہ اٹھے اور بیٹھے تسبیحات پڑھیں اور چلے گئے ٹوٹل پورا ہو گیا۔ نہیں! ہر نماز، ہر سجدے، ہر صلوٰۃ کو اللہ کے حضور میں پیشی سمجھو اور اس کا اہتمام کرو، تیاری کرو۔ پوری احتیاط سے وضو کرو، پوری احتیاط سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کرو۔ لباس پاک صاف اور ایسا ہو کہ جس لباس میں آپ کسی سے بھی مل سکتے ہوں۔ فرمایا: یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ اچھا لباس پہنا کرو۔ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا ، کھاؤ پیو۔ حلال اور جائز طریقے سے کما کر کھاؤ پیو۔ بقدر ضرورت کھانا فرض ہے اور یہ جرم ہے کہ آپ کم کھا کر اپنی طاقت

اتنی کم کرلیں کہ اپنی عبادات ہی پوری نہ کرسکیں یا اپنے فرائض پورے نہ کرسکیں یا اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کرسکیں، یہ جرم ہے۔فرمایا، کھاؤ پیو لیکن حلال کھاؤ پاکیزہ کھاؤ اور ضرورت کے مطابق کھاؤ۔ جتنا بدن کی ضرورت ہے اتنا کھاؤ۔ ولا تسرفوا حد سے نہ بڑھو۔اتنا نہ کھالو کہ کھاتے کھاتے پیٹ ہی پھٹنے پر آجائے یا کھاتے کھاتے اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہوجاؤ۔ یہ بھی اسراف ہے اور اسراف کے معاملے میں اسلام نے یہاں تک پابندی عائد کی ہے کہ ہر کام جتنے، میں ہوسکتا ہے اتنا خرچ کیا جائے۔اس سے زیادہ کیا جائے گا تو اسراف ہوگا۔جتنی آپ کی حیثیت ہے اتنی دعوت کرو۔قرض لے کر، سود لے کر، زمینیں بیچ کر دعوتیں کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جتنی آپ کی حیثیت ہے اتنا لباس پہنو۔دوسروں کا مال لے کر پہننے کی ضرورت نہیں۔جتنی حیثیت ہے اتنا کھائیں پئیں۔اچھا کھائیں اچھا پئیں لیکن اس میں اسراف نہ کریں۔اسراف سے بچنے کی یہاں تک تاکید کی گئی ہے کہ دریا کنارے بھی وضو کر رہے ہوں تو ضرورت سے زائد پانی بہانے کی باز پرس ہوگی۔فرمایا، دریا پر بیٹھ کر اگر وضو کر رہے ہو تو اتنا ہی پانی خرچ کرو جتنا وضو کے لئے چاہیے، زائد نہیں۔یہ تو ہماری مجبوری ہے کہ ہمارے علاقے میں پانی کی کمی ہے تو ہم شور کرتے رہتے ہیں کہ پانی ضائع نہیں کرو۔ ورنہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ کوئی دریا پر بیٹھ کر وضو کر رہا ہے تو وہ تین کی بجائے دس دفعہ منہ پر چھینٹے مارے تو دریا کا پانی تو ختم نہیں ہو رہا لیکن نہیں، تین ہی دفعہ منہ دھوئے گا تین ہی دفعہ بازو دھوئے گا اور اسی طرح ہاتھ پاؤں دھوئے گا اور ضرورت سے زائد پانی وہاں خرچ کرنا بھی اسراف ہوگا اس کی بھی جواب طلبی ہوگی۔تو زندگی کے کسی معاملے میں بھی حد سے بڑھنا اسراف ہے۔ہم اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔اپنی نمائش کے لئے، اپنے کو بڑا بتانے کے لئے، یہ اسراف ہے۔ہاں اللہ نے آپ کو دیا ہے آپ اس کے مطابق حلال و جائز وسائل سے، پاکیزہ طریقے سے، سنت کے طریقے سے خرچ کریں تو درست ہے۔فرمایا، کھاؤ پیو لیکن حد سے مت نکلو اس لئے کہ حد سے نکلنے والوں کو اللہ کریم پسند نہیں فرماتے اور جب کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ ہوجاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پھر وہ شیطان کا شکار بن جاتا ہے۔اللہ اس کی حفاظت نہیں فرماتے پھر وہ گمراہی میں آگے سے آگے چلا جاتا ہے۔اور اس کی بارگاہ بہت عظیم ہے وہاں چھوٹی سی غلطی بھی بہت بڑی سزا کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ سب سے بڑی سزا ہے کہ اللہ کریم کسی سے محبت کرنا چھوڑ دیں اور اس کی پرواہ نہ کریں تو پھر اسے شیطان اچک لیتا ہے اور اسے تباہی کے آخری کنارے پہ لے جاتا ہے تو کھانے پینے میں بھی فرمایا: اعتدال رکھو۔ معاملات میں بھی اعتدال رکھو، عبادات میں بھی اعتدال رکھو، ظاہری طور پر بھی صحیح رہو اور قلبی طور پر بھی خلوص کے ساتھ زندگی کا ہر کام، عبادت بھی، معاملات بھی اللہ کی رضا کے لئے کرو۔اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور انجام نیک عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

من الظلمت الی النور

تاج محمود چشتی۔ لاہور

یہ 1992ء کی بات ہے کہ میرے بڑے بھائی سعودی عرب سے چھٹی پر آئے تو انہوں نے سلسلہ عالیہ اور شیخ المکرم کی بڑی تعریف کی اور مجھے ساتھ دارالعرفان جانے کو کہا۔ میں نے احتراماً انکار نہ کیا اور ساتھ چل پڑا۔ ہم لاہور سے سرگودھا پہنچے اور وہاں سے ایک ڈالہ میں بیٹھ کر دارالعرفان پہنچے۔ سفر کافی لمبا اور تھکا دینے والا تھا۔ جب دارالعرفان پہنچے تو دیکھا کہ سب لوگ داڑھیوں والے ہیں۔ نماز کا وقت ہوا سب نے نماز پڑھی اس کے بعد سب ذکر کے لئے بیٹھ گئے، لائیٹیں بند کر دگئیں اور ناک سے زور زور سے سانس لینے لگے۔ میں ان سب کو دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں ہنستا رہا کہ یہ سب لوگ شائد پاگل ہیں۔ میرا بھائی ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ ہم خود چشتیہ خاندان سے تھے اور باقاعدہ پیر تھے میرے والد، چچا، دادا، پردادا سب پیر تھے اور ابھی بھی ہیں۔ ہمارے بڑوں کا مزار ہے گنبد ہے ایک سال میں 13 عرس ہوتے ہیں ملک کے نامور قوال وہاں بڑے شوق سے آتے ہیں۔ خوب قوالیاں ہوتی ہیں، لنگر چلتا ہے لوگ دور دور سے منتیں مانگنے اور چڑھاوے چڑھانے اور دم تعویز کروانے اور دعائیں کروانے آتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ پیر چومنے کے علاوہ نذرانے بھی دیتے ہیں۔ یہ ولیوں کی لائن چھوڑ کر مولویوں کے پیچھے چل پڑا ہے۔ جب ہم دارالعرفان سے واپس گھر پہنچے تو میری والدہ محترمہ اور دوسرے بہن بھائیوں نے پوچھا کہ سناؤ کہ وہ کیسے لوگ ہیں جہاں گئے تھے۔ تو میں نے تمام غلط باتیں جو وہاں اپنے ذہن کے مطابق نوٹ کی تھیں بتائیں۔ میری باتیں سن کر بھائی جان کو بڑا دکھ ہوا۔ مگر سلسلہ عالیہ کے لوگ بڑے عظیم ہیں یہ اپنی عزت بے عزتی کی پرواہ نہیں کرتے اپنے مشن پر لگے رہتے ہیں۔ میری والدہ محترمہ نے کہا کہ سارے اسکے لئے دعا کریں کہ یہ کہیں ولیوں کا راستہ چھوڑ کر بھٹک نہ جائے۔ شائد ہم نے اپنے دربار جا کر دعا بھی کی کہ غریب نواز انہیں مولویوں کے ہتھے چڑھنے سے بچالیں۔ ہم اپنے بزرگوں کو غریب نواز ہی سمجھتے تھے اور کہتے ہیں۔

بھائی اپنی چھٹی پوری ہونے کے بعد واپس سعودی عرب لوٹ گئے۔ وقت گزرتا گیا، بھائی اگلے سال پھر چھٹی پر آئے تو مجھے ذکر کیلئے کہا، ساتھ بٹھایا مگر میں ذکر نہ سمجھتا تھا، نہ کرنا چاہتا تھا، نہ کیا۔ پھر اگلے دن شیخ المکرم اویسیہ سوسائٹی، لاہور تشریف لائے ہوئے تھے مجھے وہاں ساتھ لے گئے وہاں حضرت مدظلہ العالی کا خطبہ سنا، خطاب کا انداز بہت خوبصورت لگا جیسے سارے کا سارا دل میں اترتا گیا۔ کچھ عقیدت ہوئی۔ پھر اگلا خطاب سنا۔ لہٰذا خطاب سننے کا شوق بڑھتا گیا۔ پھر ایک دن اللہ کا کرم ہوا اور بھائی جان کی محنت رنگ لائی ہم بھائی جان کے کمرے میں بیٹھ کر میں اور میری بیوی سمیت کچھ لوگ ذکر کرنے لگے۔ اس سے پہلے میں ساتھ بیٹھ جاتا تھا مگر ذکر نہ کرتا تھا کیونکہ بھائی جان کو وھابی سمجھتے تھے اور وھابی کی بات نہیں ماننی صرف زبان سے ہاں ہاں کرنی ہے۔ مگر اللہ کی

رحمت بڑی وسیع ہے میرے اچانک دل میں آیا کہ ذکر تو اللہ کا ہے۔ اللہ اللہ کر کے دیکھ لیتا ہوں باقی باتیں نہ مانوں گا۔ اللہ تو سب کا ہے۔ جب ذکر کیا تو کوئی سمجھ تو نہ آسکی مگر ذکر کرنے کا شوق پیدا ہوگیا اور سوچا کہ ذکر کر لیا کروں گا۔ پھر کچھ دن بعد شیخ المکرّم الحمرا ہال لاہور میں تشریف لائے۔ حضرت کے خطاب کے بعد حضرت نے چند سیکنڈ ذکر کروایا بلکہ میں نے چند سانسیں حضرت کے ساتھ لیں۔ ان چند سانسوں کی وجہ سے کئی گھنٹے میرا قلب اللہ اللہ کرتا رہا کسی کے ساتھ بات کرنے اور نہ کسی کی بات سننے کو جی چاہتا تھا یہ کیفیت کئی گھنٹے رہی۔ پھر میرے دل میں حضرت شیخ المکرّم کی عقیدت پیدا ہوئی اور اگلے دن میں اور میری بیوی اپنے بھائی اور بھابی کے ساتھی اویسیہ کالونی گئے بھائی جان مجھے لیکر حضرت کے گھر اویسیہ سوسائٹی لے گئے بھائی جان نے حضرت سے عرض کی کہ حضرت یہ میرا چھوٹا بھائی ہے ادھر تک میں لے آیا ہوں آگے یہ آپ کے سپرد ہے۔ حضرت مسکرائے، میں غیرارادی طور پر حضرت کی بیعت ہوگیا۔ جب ہم واپسی کیلئے گاڑی میں بیٹھے تو میری بیوی کہنے لگی کہ میں نے آپکو ایک بات بتانی ہے۔ میں نے کہا کہ ایک بات میں نے بھی بتانی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ پہلے آپ بتائیں میں نے بتایا کہ میں حضرت کی بیعت ہوگیا ہوں۔ وہ حیران ہوئی کہ میں نے بھی یہی بتانا تھا کہ میں بھی بیعت ہوگئی ہوں۔ لہٰذا ہم ایک ہی دن دونوں میاں بیوی حضرت کے بیعت ہوگئے۔ میرے بھائی کا خلوص اور محنت رنگ لائی ہم حقیقی اللہ والوں کی جماعت سے وابستہ ہوگئے۔ ہم کبھی کبھار حیران بھی ہوتے تھے کہ ہم اپنے بھائی کو برا بھلا بھی کہتے تھے اکثر باتوں پر والدین کے ساتھ بھائی کی لڑائی بھی ہوجاتی تھی مگر بھائی سب کچھ بھلا کر اللہ کے راستے پر لگانے کیلئے کوشش جاری رکھتے تھے۔ پھر میرے بھائی پر بھی اللہ نے اتنا کرم کیا، اتنا کرم کیا اور اتنا صلہ دیا کہ ایک دن اویسیہ کے اجتماع میں شیخ المکرّم نے تمام ساتھیوں کی موجودگی میں فرمایا کہ ماسٹر رشید صاحب، خالد چشتی صاحب، ایک بندہ اور تھا کھڑے ہوجائیں آج سے آپکو سلسلہ عالیہ کا خلیفہ مجاز مقرر کیا جاتا ہے۔ میرے بڑے بھائی کا نام خالد چشتی ہے جنکی وجہ اور سلسلہ عالیہ کی برکات کی وجہ سے ہم شرک کی دلدل سے نکل کر اللہ والوں کی جوتیوں میں بیٹھنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہم درباروں پر سجدے کیا کرتے تھے انکو حاجت روا جانتے تھے انکی منتیں مانتے تھے، نماز روزے سے بالکل فارغ تھے۔ ہم اپنے بڑوں سے سنتے تھے کہ یہ داڑھی رکھنا، نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا یہ تو (الف، ب) ہے ہم تو Ph.D ہیں ہم تو شریعت، طریقت کو کراس کر کے معرفت کے درجے پر ہیں۔ یہ مولوی لوگ شریعت پر بھی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ تھا۔ سلسلہ عالیہ کی برکات نے ہمیں کہاں سے اٹھایا اور کہاں پہنچا دیا۔ کبھی ایک نماز نہ پڑھتے تھے مگر اب سال میں کوئی ایک آدھ تہجد مس ہوجائے تو سوگ پڑ جاتا ہے کہ کہاں کوتاہی ہوئی ہے۔ کہیں کوئی جھوٹ تو نہیں بولا، کوئی وعدہ خلافی تو نہیں کی، کہیں کوئی غلط محفل میں تو نہیں بیٹھے، اپنا محاسبہ شروع کر دیتے ہیں۔ خالد بھائی فرمایا کرتے ہیں کہ کیاں کوتاہیاں تو ہماری شائد ساری زندگی ختم نہ ہوں مگر یہ اللہ کی طرف سے بھی ہوتا ہے کہ بندہ میں تکبر، غرور نہ پیدا ہو کہ میری کبھی تہجد بھی مس نہیں ہوئی۔ اور یہ بات سچ ہے۔

بیعت تو ہم ہوگئے تھے مگر حضرت شیخ المکرّم اور سلسلہ عالیہ کی عظمت سے واقف نہ تھے۔ شروع شروع میں شیخ المکرّم کی باتیں سمجھ نہ آتی تھیں مگر وقت نے کھلی آنکھوں سے بہت کچھ دکھا دیا۔ مثلاً، حضرت ڈیفنس لاہور میں خطاب فرما رہے تھے کہ ایک مولوی صاحب جو صاحب علم تھے حضرت سے بار بار سوال کرتے گئے کہ شیخ کی عظمت زیادہ ہے یا والدہ کی۔ اگر شیخ کوئی حکم دے اور والدہ روک دے تو کس کا حکم مانا جائے گا۔ شیخ المکرّم جواب دیتے

رزق حلال عین عبادت ہے

العروج انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

سلسلہ احباب کیلئے خصوصی آفر
زیارت حرمین شریفین اور

ویزہ عمرہ
کیلئے بہترین پیکج حاصل کریں

رمضان المبارک
تک ایڈوانس بکنگ جاری ہے

ٹوٹل راتیں	مکہ	مدینہ	مکہ	ٹوٹل روپے
14 راتیں	3	8	3	18600
20 راتیں	6	10	4	23000
27 راتیں	8	14	5	27500

ساتھی ہر ماہ اجتماعی طور پر اکٹھے عمرہ پر جانے کیلئے ایڈوانس بکنگ کروا سکتے ہیں

زائد راتوں کی صورت:
مدینہ منورہ فی رات 500 پاکستانی
مکہ مکرمہ فی رات 850 پاکستانی

مینجنگ ڈائریکٹر: حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

ٹکٹ کے علاوہ مکمل پیکج
درج ذیل ہیں جو 25 شعبان تک ہوں گے
یکم شعبان سے ویزہ اپرول ریٹ بڑھ سکتے ہیں

العروج انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A
عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ

Ph: 0462-51159,512559 - Mob: 0334-6289958 - E-mail:alarooj@hotmail.com

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

آئزہ گارڈن

بالمقابل ہمک ماڈل ٹاؤن،
یاماہا چوک، اسلام آباد

- تکمیل کے مراحل میں
- 30 فٹ اور 25 فٹ سڑکیں
- سوئی گیس، بجلی، سیوریج
- مکمل چاردیواری
- مکمل تحفظ اور گارنٹی کے ساتھ
- گھروں کی تعمیر جاری
- آج لیں کل گھر بنائیں
- 5 مرلہ پلاٹ فوری طور پر دستیاب

اس کے علاوہ اسلام آباد CDA سیکٹر، بحریہ ٹاؤن، PWD اور سوان گارڈن میں اپنی پراپرٹی بیچنے اور خریدنے کے لئے رابطہ کریں

رابطہ: **امجد اعوان**
چیف ایگزیکٹو

اعوان رئیل اسٹیٹ اینڈ بلڈرز آفس نمبر 2 خورشید مارکیٹ F-10/1 اسلام آباد

فون: 051-2102581 موبائل: 0333-5102235 ای میل: awanbuilders@hotmail.com

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

گئے مگر وہ سوال پر سوال کرتا گیا۔ آخر حضرت نے وہ جواب دیا جو وہ شائد سننا چاہتا تھا یا وہ ہمارے لئے تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی میرے شیخ کا کام آسانیاں پیدا کرنا ہوتا ہے نہ کہ مشکلیں۔ دوسرا یہ فرمایا کہ اگر مرشد مشرق میں ہو اور مرید مغرب میں بلکہ اگر مرشد دنیا کے ایک کنارے ہو اور مرید دنیا کے دوسرے کنارے، اگر مرشد مرید کا حال نہیں جانتا تو وہ حقیقی مرشد ہی نہیں۔ پھر وہ خاموش ہوگیا۔ ان کا عملی مظاہرہ میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے ایک واقعہ عرض کر دیتا ہوں۔

خالد بھائی نے میری ڈیوٹی لگائی کہ تہجد کا ذکر ساتھ والے گھر جا کر کیا کریں، ساتھ والا گھر ہمارے انتہائی قریبی عزیز کا تھا۔ بیعت بھی تھے مگر ذکر میں سستی برتتے تھے کبھی ایک بیمار کبھی دوسرا بیمار، کبھی تیسرا، ہم دونوں میاں بیوی تہجد کے وقت انکے گھر ذکر کرنے گئے جب ذکر شروع کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت ہم پر جھپٹنے کی کوشش کر رہی ہے۔ وہ اگر دو قدم آگے آتی ہے تو پھر ڈر کر چار قدم پیچھے بھاگ جاتی ہے۔ اتنے میں اس نے زوردار چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ گئی۔ جب ہم اگلے دن ذکر کرنے گئے تو وہ بڑے آرام سے دور کھڑی ہمیں دیکھ رہی تھی میرا اچانک اس پر دھیان چلا گیا تو میں نے پوچھا کہ کل تمہیں کیا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ جب آپ ذکر کر رہے تھے تو مجھے بڑی تکلیف ہو رہی تھی میں آپ پر وار کرنا چاہ رہی تھی کہ اتنے میں آپ کے شیخ متوجہ ہوئے تو میں جل جانے لگی تھی میں نے اُن سے معافی مانگ کر دو دن کی مہلت لی ہے میں دو دن کے بعد اپنے بچوں سمیت یہاں سے چلی جاؤں گی۔ دراصل وہ دوسری مخلوق تھی دیکھئے، ہمارے شیخ کے صدقے اللہ تعالیٰ کیسے کیسے ساتھیوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ ہم تو شائد اپنے شیخ کی عظمت اور سلسلہ عالیہ کی برکات سے واقف ہی نہیں۔ شیخ المکرم فرماتے ہیں کہ آج لوگوں کو ہمارے متعلق پتہ ہی نہیں۔ جب ہم دنیا میں نہ ہونگے تو پھر انہیں خبر ہوگی پھر یہ تھیسز لکھیں گے پھر یہ مزار بناتے ہیں۔ عرس مناتے ہیں۔ پھر کوئی فائدہ نہ ہوگا جب وقت ہے حاصل کرنے کا تو لوگ بے خبر ہیں۔

ایک مرتبہ مجھے مولانا احمد علی بہادری جو قاری غلام رسول کے بعد انکے تمام مدرسوں کے انچارج ہیں اور سینکڑوں بچوں کو قرآن مجید حفظ کروا رہے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ میرے ساتھ انکا ایک شاگرد حافظ قاری طاہر صدیق تھا۔ اس نے میرا تعارف کروایا کہ یہ چشتی صاحب ہیں دربار خواجہ ولی کے گدی نشین مگر اب سب کچھ چھوڑ کر مولانا اکرم اعوان مدظلہ العالی کی بیعت ہو گئے ہیں۔ وہ فوراً میری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے میں اسی علاقے کا ہوں انکے ساتھ ہی جوان ہوا ہوں۔ میں بچپن سے مدرسوں اور

ھوالشافی

زہر میں بھی تری قدرت سے شفا موجود ہے
گر نہ ہو رحمت تیری تریاق بھی بے سود ہے

مطب حکیم محمد الیاس

جملہ اعصابی باطنی کمزوری، کھانسی، بواسیر، پتھری گردہ، نسیان، ضعف دماغ، دائمی نزلہ زکام، یرقان، خفقان قلب، دل کو ڈوبنے کا بفضلہ تعالیٰ مکمل علاج کیا جاتا ہے۔

مقوی دماغی

قوت حافظہ کی ایسی اکسیر ہے جس کے چند روز استعمال سے بھولی ہوئی چیزیں یاد آنے لگتی ہیں۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے بہترین نعمت ہے۔ اس کے استعمال کرنے سے طبیعت خواہ مخواہ مطالعہ کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں۔

روغن زلف دراز

بالوں کا گرنا، سفید ہونا، نسیان، خشکی دور کرنے میں مفید ہے۔ بالوں کو گھنا ملائم دراز کرتا ہے۔

حکیم محمد الیاس
D.S.O.L.S
ایم اے عربی اسلامیات

159/4 جعفر باغ، ماڈل کالونی، کراچی
0344-2670325

مسجدوں سے منسلک رہا مگر مولانا اکرم اعوان کسی مدرسے یا مسجد میں علم حاصل کرنے نہ گئے۔ بس ایک بندہ جسکا نام مولانا اللہ یار خانؒ ہے کے ساتھ ایسے جڑے کہ اللہ نے اُنہیں ایسے ایسے علوم عطا کردیئے جس پر ہم بھی رشک کرتے ہیں اللہ نے اُنہیں علم لدنی سے نوازا ہے۔ میں آدھا گھنٹہ ان کے پاس بیٹھا وہ شیخ المکرم کی ہی تعریف کرتے رہے۔ شیخ المکرم نے اپنی جماعت میں ایسی روح پھونکی جسے شائد تاریخ بھلا نہ سکے۔ یہ 2000ء کی بات ہے جب شیخ المکرم نے نفاذ اسلام کیلئے خیمہ بستی لگانے کا حکم دیا۔ ہماری بیویوں نے ہمیں تیار کر کے اس طرح بھیجا جسکو بیان کرنا مشکل ہے۔ میرے چھوٹے چھوٹے تین بچے تھے مگر میری بیوی مجھے شہادت کے رُتبے پر دیکھنا چاہتی تھی۔ یہ صحابہ کرامؓ کے بعد شائد پہلا موقع تھا جب بیویوں نے اپنے خاوندوں کو، ماؤں نے اپنے بیٹوں کو، بہنوں نے اپنے بھائیوں کو اور باپ نے اپنے بیٹوں کو اس طرح شہادت کے لئے روانہ کیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جب خیمہ بستی ختم کرنے کا اعلان ہوا تو پورے کیمپ میں فضا سوگوار ہوگئی کچھ ساتھی دھاڑیں مار کر روتے دیکھے گئے۔ بظاہر تو جان بچ گئی تھی مگر شیخ نے انہیں موت سے پیار کرنا سکھا دیا تھا۔ مگر موت شکست کھا گئی۔ شیخ المکرم نے خیمہ بستی سے پہلے فرمایا تھا کہ چھانٹی لگ گئی ہے جو اس سے گزر کر آگے جائے گا وہی کامیاب ہوگا۔ پھر ہم نے بڑے بڑے پاکبازوں اور بڑے بڑے دعوے کرنے والوں کو اپنے مقام سے گرتے دیکھا اس کے برعکس ایسے بہت سے لوگوں کو بھی دیکھا جنہیں انعامات سے نوازا گیا۔ یہاں صرف خلوص شرط ہے۔ ہم فنا فی الرسول کا پہلے صرف سنا کرتے تھے لیکن الحمدللہ سلسلہ عالیہ میں آ کر، اس خیمہ بستی میں 29 رمضان المبارک 2000ء کو اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلسلہ عالیہ کی برکات اور شیخ المکرم کی خصوصی عنائت نے نبی رحمت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کروا کر بارگاہ نبوی ﷺ میں بٹھا دیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

الحمدللہ آج میرے علاوہ میرا چھوٹا بھائی اسکی بیوی، میری بیوی، میرا بیٹا، میری بہو، بہت سے دوسرے دوست، عزیز و اقارب ذکر کر رہے ہیں۔ سب فنا فی الرسول ہیں بلکہ میری بیوی اور میرے بیٹے محسن کی بھی روحانی بیعت ہو چکی ہے۔ ہمارا سارا گھر صبح تہجد کے لئے اٹھتا ہے۔ جب کبھی ہم دوسرے لوگوں کو ذکر کی دعوت دیتے ہیں تو کبھی کبھار آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں کہ کہاں ہم بدکردار، بدعقیدہ لوگ، قبروں کو سجدے کرنے والے، آج سلسلہ عالیہ کی برکات کی وجہ سے دوسروں کو نیکی کا درس دے رہے ہیں۔ اللہ اللہ اللہ، ہم جانوروں کی زندگی بلکہ ان سے بھی بدتر زندگی گزار رہے تھے کہ ہمارے شیخ نے ہمیں جینا سکھا دیا۔ اب اگر کوئی کی کوتاہی ہے تو ساری ہماری ہے شیخ نے برکات لٹانے کی انتہا کردی۔

ہم تین بھائیوں کے علاوہ ہمارے والدین سمیت پورا خاندان آج بھی اسی دلدل میں پھنسا ہوا ہے ساتھیوں سے دعا کی گزارش ہے۔

اب تو ایک ہی دعا اور تمنا ہے بلکہ جینے کا مقصد ہے کہ شیخ المکرم کی قیادت میں غزوۃ الہند ہو ہم اپنے شیخ کی قیادت میں کفر کا جبڑا توڑ کر دنیا کو پھر سے محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں لے آئیں۔ جو دنیا اور آخرت میں کامیابی کی سند ہے۔ اللہ توفیق دے اور تمام ساتھیوں کو سلسلہ عالیہ کے ساتھ جوڑے رکھے (آمین)

جو دلوں کو فتح کر لے

اوریا مقبول جان

کیسے کیسے سوال جو لوگوں کی اس رائے کے بعد پوچھے گئے جس میں اس ملک کی اکثریت نے اپنے مسائل کا حل خلافت میں بتایا کسی نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا یہ قوم ترقی نہیں کر سکتی جو آج بھی چودہ سو سال پرانے خوابوں میں زندہ ہو انہیں اندازہ ہی نہیں کہ کتنی صدیاں گزر چکی ہیں کوئی تاریخ کے قصے لے بیٹھا، دیکھو یہ لوگ کیسی بے خبری میں زندہ ہیں انہیں علم ہی نہیں کہ یہ جس خلافت راشدہ کے خواب دیکھتے ہیں اس میں صرف پہلا خلیفہ طبعی موت سے ہمکنار ہوا۔

دو کو مسجد میں شہید کیا گیا اور ایک کو اس کے گھر میں۔ آخری خلیفہ کے دور میں تو مسلمان آپس میں دست و گریبان ہو گئے تھے کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا تھا دو جنگیں تو بہت شدید تھیں ہزاروں مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں جاں بحق ہوئے پھر بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ خلافت میں ان کے مسائل کا حل ہے انہیں علم ہی نہیں کہ دنیا کتنی ترقی کر چکی ہے طرز حکمرانی کے نئے نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں انسانوں نے کیسے کیسے ادارے قائم کر لئے حکومتوں کے وسیع سیکرٹریٹ ہوتے ہیں۔

ایک منظم بیوروکریسی ہوتی ہے حکومت چلانے کے لئے مقامی سطح تک ڈھانچہ ہوتا ہے معیشت کا ایک گورکھ دھندا ہے جس میں کرنسی، بینکاری بجٹ زرمبادلہ اور کئی ایسے معاملات ہیں جن میں خلافت کے زمانے کی سادگی نہیں چلتی بلکہ ایک مخصوص علم میں مہارت درکار ہوتی ہے قانون کا علم بھی تو اب سائنس کا درجہ حاصل کر چکا ہے عدالتیں ہیں قوانین ہیں۔

ان قوانین کی بنیاد پر کیس لاء ہے جو ایک عالمی علم بن چکا ہے، فوج ہے سرحدیں ہیں، دفاعی نظام ہے، تعلیم اور صحت کے پیشہ ورانہ ادارے ہیں۔ یہ سب ایک جدید ترین علم بن چکا ہے۔

اب کہاں وہ صدیوں پرانا سادہ معاشرہ اور کہاں آج کے الجھے ہوئے مسائل، کوئی ان لوگوں کو سمجھائے ماضی میں الجھے رہنے سے ان کے مسائل حل نہیں ہوں گے وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرنا سیکھیں کچھ دردمند ایسے بھی تھے جو خلافت راشدہ کے حق میں رائے دیکھ کر خوش ہوئے لیکن پھر تشکیک کا شکار ہوتے ہوئے سوال کرنے لگے کہ اس نظام کو آج کی دنیا میں کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے۔

میرے یہ عظیم دانشور اور پڑھے لکھے لوگ بھی عجیب ہیں دنیا بھر کے نظاموں کا تذکرہ کریں گے تو اس کے سسٹم قانون اور لوگوں کو دی جانے والی سہولت کا جائزہ پیش کریں گے شہری ریاستوں والے یونان کا ذکر ہو گا تو وہاں رائج جمہوری اقدار کو فخر سے بیان کریں گے لیکن سقراط کے زہر کے پیالے سے موت اور

جرنیل لیڈر کے مظالم کا ذکر نہیں کریں گے۔

ریاستوں کی آپس میں جنگوں اور ایک عورت ہیلن کے بدلے ٹرائے کے قتل عام کو الگ رکھ دیں گے اور یونان کی جمہوریت کو دنیا بھر کی جمہوریتوں کی ماں بتائیں گے اور اسے ایک آئیڈیل کے طور پر پیش کریں گے روم کے سینٹ اور اس میں جمہوری بحث و مباحثہ کو پارلیمنٹ کی بنیاد بتائیں گے۔

لیکن نہ تو مفتوحہ علاقوں پر ہونے والے ظلم وستم کا تذکرہ کریں گے اور نہ رومن کھیلوں میں بھوکے درندوں کے سامنے مضبوط جسم والے غلاموں کو پھینکنے کی بات سامنے لائیں گے نوشیرواں کے عدل کے قصے سنائیں گے لیکن کوئی گلا پھاڑ کر یہ نہیں کہے گا کہ کس نوشیرواں کی بات کرتے ہو جو اپنے سو کے قریب بھائیوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر بادشاہ بنا تھا۔

اشوک کے نظام کی ایک ایک تفصیل کتابوں میں درج کریں گے اس کے جانوروں پر ظلم کے خلاف بنائے گئے قوانین کو سراہیں گے اس کے چٹانوں پر کندہ عدل اور انصاف کے اصولوں کو رہنما اصول بتائیں گے لیکن کوئی یہ نہیں کہے گا کہ اس نے کلنگا کی جنگ میں دس لاکھ لوگوں کو قتل کیا تھا۔

امریکہ کے آئین اس کی جمہوریت اور اس کے سات بابائے قوم کے اصولوں پر قائم حکومتی ڈھانچے کا ذکر کریں گے لیکن اس جمہوریت کے تحت جنوبی ریاستوں میں غلاموں سے بدترین سلوک اور پھر ابراہیم لنکن کی ان کے خلاف جنگ کو الگ رکھ دیں گے۔

یہ سب لوگ خلافت راشدہ میں دیئے گئے اصولوں اور طرز حکمرانی کا تذکرہ نہیں کرتے بلکہ انہیں خلفاء کی شہادت اور جنگ جمل اور جنگ صفین کے چند مہینے یاد رہ جاتے ہیں اور وہ یہ کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں کہ یہ کوئی نافذ العمل نظام نہیں جس میں خونریزی ہی خونریزی ہوا گر خونریزی ہی کسی نظام کی ناکامی کی وجہ ہے تو دنیا میں جمہوریت اپنی موجودہ شکل میں 1900ء کے بعد آئی جب ریاست سے مذہب کو علیحدہ کر دیا گیا۔

انہی جمہوری حکومتوں نے رنگ، نسل اور علاقے کی بنیاد پر دو عظیم جنگیں لڑیں اور کروڑوں لوگوں کا خون بہایا ہٹلر چرچل اور روزویلٹ تینوں اپنے ملکوں میں بھاری اکثریت سے جیتے تھے لیکن کوئی ان درندہ صفت انسانوں کی وجہ سے جمہوری نظام کو گالی نہیں دیتا کوئی اسے ناقابل عمل نہیں سمجھتا۔

خلافت راشدہ نے جو نظام اس دنیا کو عطا کیا وہ دراصل اللہ کی آخری الہامی کتاب قرآن پاک کے اصول حکمرانی کے مطابق تھا جسے ایک دستور کی حیثیت حاصل تھی دنیا بھر کے ملکوں کے دستور اٹھا کر دیکھ لیجئے ان میں اصول حکمرانی بتائے جاتے ہیں حقوق کا تعین کیا جاتا ہے ذمہ داریوں کی تفصیل بتائی جاتی ہے لیکن ان تمام اصولوں پر ایک مفصل طرز حکمرانی اور طریق کار کا تعین وہ لوگ کرتے ہیں جو حکومت پر فائز ہوتے ہیں۔

آیئے اس کسوٹی پر خلافت راشدہ کو پرکھ کر دیکھیں دنیا بھر میں ان سے پہلے بھی اور ان کے دور میں بھی بڑے ممالک میں ایک مضبوط بیوروکریسی اور افسران کی فوج ظفر موج جو حکومت چلاتی تھی چین، ایران اور روم کی حکومتوں سب میں ایک عظیم الشان انتظامیہ تھی عام ضلعی حکمرانوں سے لے کر وزرائے اعظم تک۔

لیکن دنیا کی پانچ ہزار سالہ تاریخ میں یہ خلفاء وہ واحد حکمران تھے جنہوں نے کسی بھی قسم کی بیوروکریسی، سیکریٹریٹ اور وزارتوں کے بغیر ایران اور روم کی دو بڑی سلطنتوں کو فتح کیا اور ان کا نظام بھی چلایا یہ دنیا میں اختیارات کی نچلی سطح پر تقسیم کا پہلا اور سب سے بڑا تجربہ تھا اس لئے کہ بصرہ یمن مصر یا کسی اور جگہ کا حاکم ابوبکرؓ یا عمرؓ کو نہیں بلکہ اللہ کو جوابدہ ہوتا تھا۔

خلفائے راشدین سے پہلے تاریخ میں عدلیہ کی بالادستی کی کوئی بھی مثال نہیں ملتی لوگ بادشاہوں ہی سے اپنے فیصلے کرواتے تھے لیکن خلفائے راشدین نے ہر علاقائی حاکم کے اوپر ایک قاضی مقرر کیا جو یہ دیکھے کہ یہ گورنر یا حاکم کہیں بے انصافی تو نہیں کر رہا پھر مرکزی سطح پر قاضی القضاۃ جس کی عدالت میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی پیش ہوئے تھے۔

اس خلافت سے پہلے دنیا نے کسی بھی سوشل سیکورٹی کا یہ تصور نہیں دیکھا تھا کہ بچہ کے پیدا ہونے سے دودھ چھوڑنے تک وظیفہ مقرر کیا جائے۔ آج بھی مغرب میں اسے عمرؓ لاء کے نام سے نافذ کیا گیا ہے۔ زمین کے بارے میں حق ملکیت اور اس پر مزارعت سے ممانعت کے قانون بھی پہلی دفعہ اسی دور میں آئے اور الارض للہ یعنی زمین اللہ کی ملکیت ہے کا تصور پیش ہوا، اسی لئے دجلہ وفرات فتح ہونے کے باوجود کوئی جاگیردار نہ بنا اور نہ کسی فوجی جرنیل کو زمینیں الاٹ ہوئیں۔

میں ایک تفصیل بیان کرسکتا ہوں ایک ایسا نظام جس میں نہ کوئی سرخ فیتے والی بیوروکریسی تھی اور نہ وزیروں کی فوج ظفر موج۔ خلافت کے اس نظام کی یہ اصلاحات جو اس نے دنیا میں پہلی دفعہ متعارف کروائیں آج دنیا بھر کی حکومتوں میں مشعل راہ سمجھی جاتی ہیں، اور ان میں ان خلفاء کا کمال نہیں تھا بلکہ یہ سب میرے اللہ کے دیئے گئے اصول حکمرانی تھے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں خلفائے راشدین نے نظام حکومت چلایا وہاں لوگ اپنی ثقافت تہذیب اقدار اور روایات حتیٰ کہ اپنی مادری زبان تک بھول کر اسلام کے رنگ میں رنگ گئے۔

عراق، شام، لبنان، اردن، مصر، لیبیا، تیونس، مراکش، سوڈان ان تمام ممالک میں کبھی عربی نہیں بولی جاتی تھی لیکن آج یہ سب عرب دنیا کہلاتے ہیں۔

ان سے پوچھو ان کے آباؤ اجداد کی زبانیں کیا تھیں، ثقافت کیا تھی، تہذیب کیا تھی، انہیں یاد تک نہ ہوگا وہ صرف عرب ہیں اور مسلمان ہیں کیا دنیا میں کوئی فاتح قوم ایسی مثال دے سکتی ہے جہاں زمینیں نہیں دل بھی فتح ہوگئے ہوں۔

Remaining Part of Attire of Pity The Attire of Piety

(From Previous Month)

So this is an advice to the Children of Adam-as! That beware of the Satan and his allies, when they deceived your grandparents and are now after you to fall prey to their evil plans and they are very dangerous because you cannot see them while they can see you. But the greater benefit for the believers is the fortress of Islam. Once you enter completely into this fortress, no evil plan of Satan can ever harm you. And anyone with a weaker faith will be closer to Satan and away from Allah-swt, while the one with a stronger faith in Allah-swt will be safe from the effects of Satan and his allies.

May Allah-swt bless us with the light of the true faith, the power of trust, forgive our mistakes and keep us with His-swt beloved men both in this world and in the hereafter! Aameen!

سالانہ اجتماع

دارالعرفان منارہ، چکوال

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دارالعرفان منارہ میں

سالانہ اجتماع

18 جون 2011ء بروز ہفتہ سے شروع ہو رہا ہے

اجتماع 24 جولائی 2011ء بروز اتوار تک جاری رہیگا

چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے

تزکیہ نفس کے لیے صحبت شیخ لازمی ہے۔ سلوک میں شیخ کی راہنمائی، باقاعدہ صحبت حاصل [illegible] کے ترقی کے لیے اس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے [illegible] کہ ساتھ صحبت شیخ بھی نصیب ہوتا کہ آپ کے قلب [illegible] سے روشن ہو جاتا [illegible] صحبت شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

to appraise various kinds of lifetime challenges through the input systems of different special senses, and eventually to find a solution. Despite these countless blessings and felicities, when Allah-swt starts mentioning His-swt kindness, the foremost and the greatest favour upon the believers is anointment of the Holy Prophet-saws amongst them. This is why it is stated here,

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

"Indeed that Allah-swt has extended His-swt Mercy toward the believers by raising His-swt's Messenger-saws amongst them." So why is anointment of the Holy Prophet-saws being mentioned as the greatest blessing upon the believers? And the answer is given here as يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ meaning that he-saws narrates the verses from Allah-swt unto the believers, the single most distinction that the believers are being granted with, is that the Holy Prophet-saws has given them the status of interlocutor with their Rabb-swt. The Holy Prophet-saws has said, that "if you wish to have a conversation with your Lord-swt, you should recite the Holy Quran." In fact the Holy Quran is perceived by us as if it is being revealed to the people in general and not us. But if someday we start reciting it as though Allah-swt is speaking to each and every one of us, we would realise that undoubtedly Allah-swt is directly talking to us and advising us about our daily lives and teaching us the way we should spend it.

The Holy Quran is teaching us every single step of our lives, as to how to dress, how to earn our livelihood and how to spend it, how to interact with others, how to behave with our elders or our children, how to live in our country or nation and even how to deal with the humanity as a whole. Every single and minor matter of our daily life is being addressed by Allah-swt in the Holy Quran and we are being taught and addressed directly in a very loving manner. This is the blessing bestowed upon the believers by raising the Holy Prophet-saws among them. And this kindness does not end here. Allah-swt continues by mentioning another and even greater blessing as وَيُزَكِّيْهِمْ "who purifies you and sanctifies you." Always remember! The importance of the Prophetic teachings is that, when a Prophet-as describes something to the believers, it does not end with mere words in their thoughts, rather it penetrates deep into their hearts and enlighten them. These Divine Words infuse the prophetic lights into the heart and it eventually purifies and reforms the entire being into an enlightened person. The entire being, made of several trillions cells is being transformed into an enlightened individual. This purification is only bestowed upon the believers because of the Holy Prophet-saws's blessed speech and sight, where the entire individual and his body cells are enlightened with Allah-swt's Zikr. Who can fathom the greatness of such a blessing? Such is the blessing of Allah-swt, where His-swt Messenger-saws rehearsed the verses from Him-swt to the believers and then purified and enriched their bodies and spirits with Allah-swt's zikr. This is another blessing of Allah-swt which has been showered upon us through the exalted personage of the Holy Prophet-saws.

To be Continued

the time?" The Holy Prophet-saws said; "Indeed if you do it, it will suffice the blessings and the needs of your life in both the worlds." Remembering the Holy Prophet-saws in our daily life is so essential that it has been included in salat, at least twice in each pair of rakaat, and if salat is four rakaat it is practiced four times. Therefore, remembering the Holy Prophet-saws is a great blessing from any perspective, no matter which aspect of his-saws life and personage is remembered. But there is another important perspective regarding the remembrance of the Holy Prophet-saws's elegance and beauty of his-saws personage, and that is, in the Court of the Holy Prophet-saws, even love and affection are subjected to follow the principles of respect and dignity. We all know that love and affection are such kinds of emotions which do not follow the customs and rituals of the world and society, however, even these emotions are subjected to follow the guidelines of respect and courtesy. The time has witnessed when people like Hadhrat Abu Bakr-rau and Hadhrat Umar-rau would not dare to speak aloud in the presence of the Holy Prophet-saws.

Why is it then, whenever we commemorate the elegance and beauty of the Holy Prophet-saws, we do it in manners of the infidel nations, such as, by blowing firecrackers and raising hollow slogans of love and devotion? In fact this is a great mistake that we commit in the name of his-saws love. His-saws remembrance demands utmost respect and courtesy instead of processions and raw wilderness. These ceremonial commemorations should in fact be arranged in sacred places like mosques instead of streets and be kept highly disciplined according to the principles of Shariah. It demands the requirement of modesty and respect while remembering his-saws exalted status, his-saws miracles, his-saws teachings and his-saws practices.

The birth of the Holy Prophet-saws has not only blessed the Muslims but the entire universe benefitted from his-saws arrival into this world, and to be precise, even the non-believers were blessed because of the birth of the Holy Prophet-saws. The diverse mercy associated with the Holy Prophet-saws enabled the disbelievers to benefit from the provisions within this world and in addition to this the cataclysmic events were withheld from occurring collectively upon the infidel nations. Therefore, the birth of the Holy Prophet-saws and his-saws arrival in this world benefitted everything in this universe from a dust particle to the enormity of the Arsh. However, the blessings upon the believers are even more special and Allah-swt describes it very particularly. Allah-swt's blessings are countless and cannot be enumerated, from bringing us to life from non-existence, the creation of entire system of life to the fine details of the biological systems working inside our bodies, each cell and every molecule is the manifestation of His-swt blessings upon us. He-swt created the human being from the building blocks of several trillion cells, within which an immense system of life and death is underway, and every little change is directed towards the wellbeing of the entire being. Man was blessed with consciousness and cognizance, enabling him

Anointment of the Universal Mercy-saws
Translated Speech of His Eminence
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munara Dated: February 18th, 2011

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ .

A simple translation of the above stated verse is that, "No doubt Allah-swt has extended His-swt Mercy towards the believers by sending His-swt Messenger-saws from amongst them, who-saws recites the Holy verses to them, sanctifies them and instructs them the Scripture and Wisdom, whereas hitherto they had been in manifest error." The personage of the Holy Prophet-saws is unique and unmatched, because he-saws is the only source of communication between the Creator and His-swt creation. In fact the Holy Prophet-saws is also the source for the blessings for all the Messengers-as as well as the blessings for the rest of the creations since the creation of the universe till the Day of Judgment and for the believers even after the Day of Judgment in Jannah. As stated by Almighty Allah-swt

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

"We-swt sent thee-saws not, but as a Mercy for all the worlds and creatures." [20:107]. the word عٰـلَمِيْنَ [Aalameen] meaning, the Worlds or all Creatures, includes everything except Almighty Allah-swt, whether it is the Arsh, the Heavens, the Earth and other planets, and every creation within these entities. All these creations depend upon the blessings from the exalted personage of the Holy Prophet-saws for each and every necessity of their lives. Practice of anything related to the life and personage of the Holy Prophet-saws is highly appreciated in the Court of Allah-swt. The description of the Holy Prophet-saws's personality and qualities, remembering his-saws family and the Companions-rau, or anything related to him-saws such as his-saws dress, his-saws shoes, the land he-saws lived on, his-saws language, all this is highly appreciated in the court of Allah-swt and it is a great blessing if someone is given the opportunity to remember the noble personage of the Holy Prophet-saws.

A Companion-rau said to the Holy Prophet-saws, that I have allocated some time in my daily routine to various kinds of Zikr, in which one fourth of the total time is dedicated to Darood Sharif. The Holy Prophet-saws said; "If you extend the time for Darood Sharif, it will be better." The Companion-rau asked; "O the Messenger-saws of Allah-swt! What if I extend the time for Darood Sharif to one third of the total time, will it be better?" The Holy Prophet-saws replied; "If you extend it further, it will be better." The Companion-rau asked; "Should I extend the time to one half." The Holy Prophet-saws replied; "You should extend it even further." The Companion-rau again inquired; "O the Prophet-saws of Allah-swt! What if I rehearse Darood Sharif all

Manazara. Sometimes it also happened that he arrived for a Manazara and on learning that Hazrat Ji-rua was his opponent, he quietly slipped away.

This person was once asked to speak at a place called Khandway near Kalar Kahar. The local people went to invite Hazrat Ji-rua, which he accepted but by the time he reached Kalar Kahar, it was already night, so he spent the night there and arrived at Khandway early next morning. As soon as it became known to Maulvi Ismail that Hazrat Ji-rua was his opponent, he made the excuse of his daughter being ill and departed. Although the Manazara was not held, Hazrat Ji-rua delivered his usual reforming address to the assembly. Another Manazara between Maulvi Ismail and Hazrat Ji rua was held in Hashmat Mirali, Multan, but its details could not be obtained.

Once Hazrat Ji-rua went to Sind for a Manazara and his specific instructions were that Maulvi Ismail should not be informed about his opponent. They happened to meet at the railway station and Hazrat Ji-rua clutched his arm, took him aside and told him: 'You are an Alim and are aware of the Reality, then why do you want to destroy your after-life?'

He replied, 'Maulvi Sahib, you know very well what the Ahl-e Sunnat pay, on the other hand, here I am paid handsomely and looked after very well in every respect.'

Hazrat Ji-rua stated that after hearing this, he realized that the man was beyond reformation. Maulvi Ismail also confessed many times that the only reason he got defeated by Hazrat Ji-rua was because he-rua was a Sufi.

At another time Hazrat Ji-rua came across Maulvi Ismail at Bahalwalpur railway station. After addressing a Majlis he was waiting to take a train when Hazrat Ji-rua caught sight of him. Hazrat Ji-rua quietly went up behind him, lifted his shirt and exposed his back. Recoiling with alarm, Maulvi Ismail turned around to find Hazrat Ji-rua. In amazement he asked, 'Why have you done this in front of everyone?'Hazrat Ji-rua replied, 'You have incited a lot of people to flagellate themselves and injure their backs in lamentation. I was checking if there are any signs on your back as well.'

Hazrat Ji-rua had entered the arena of 'Manazaray' in compliance with the indirect instruction perceived during the Maraqbah of 'Fana fir Rasool'. In the fulfilment of this duty he undertook rigorous toil. To illustrate, we present an example from his early debating days.

Hazrat Ji-rua was invited to speak at a Manazara held in Jhatala, a famous town on the Tala Gang Khushab road. In a debate, references books were always needed to provide proof. When Hazrat Ji rua set out from Chakrala, he took along with him a heavy trunk filled with voluminous reference books. On arriving at Jhatala, he got off the bus, asked two men to help lift the heavy trunk on his head, and headed towards the village on foot. His dress did not indicate he was an Alim, rather he seemed like an ordinary villager, but in reality he was on duty as a servant of the Court of the Holy Prophet saws and in performing his duty, was carrying his load of books himself. The welcoming committee did not even know that he was Hazrat Maulana Allah Yar Khan-rua, who was being eagerly awaited by the whole village for many days.

During the later years of his Manazara era, Hazrat Ji-rua would often be accompanied by Hazrat Ameer ul Mukarram-mza who would also act as his bodyguard. Hazrat Ji rua had been attacked at the conclusion of the Manazara at Kalluwal, Sargodha. The situation had changed and thereafter, following in the Sunnah of the Holy Prophet saws he armed himself when travelling, and kept a 32-bore revolver with him.

time, Basheer found out that Hazrat Ji-rua had been approached. Remembering his previous dire experience, he made up a crafty stratagem to come up to Tala Gang and left after making an excuse of an illness in the family

By 1950, Maulvi Ismail Gojarvi (from Toba Tek Singh) had acquired considerable fame as a Shi'a debater. For a while this person had taught at Deoband. He was very sly and clever, and was skilled in repartee, which often made the Ulama feel uncomfortable facing him. However, when Hazrat Ji-rua gained prominence in the arena arena of Manazaray, he was usually requested to speak against Maulvi Ismail. Hazrat Ji-rua also considered it his duty to break this person's sway and to take part in every Manazara in which Maulvi Ismail participated. After a few Manazaray, Maulvi Ismail received the same treatment as Basheer, and he too avoided confronting Hazrat Ji-rua, especially after the debate of Balkasar in 1955. This Manazara was held in the courtyard of the Masjid with both the opposing factions sitting together. In reply to Maulvi Ismail's speech Hazrat Ji-rua started his discourse. After a while a state of Jalal (a combination of power, grandeur, and authority) descended on him, his voice roaring with authority. This had an extraordinary effect on Maulvi Ismail, who had to leave immediately without giving the customary refuting speech. Thereafter, he did not speak in opposition to Hazrat Ji-rua. He often remarked, 'I could make a speech facing Maulvi Sahib, but it is his spiritual strength that I cannot face.'

Sometimes, to expose the difference between truth and falsehood in front of the rural folk, the Ahl-e Sunnat would hold Manazaray themselves and pay to invite Shi'a speakers. In this spirit once Makhdoom Sadar ud Deen held a gathering in Kot Miana and invited Maulvi Ismail as a speaker. At the time, according to his practice, Hazrat Ji-rua was visiting Langar Makhdoom, and as yet his debating abilities were not known in this area. Makhdoom Sahib requested Hazrat Ji-rua to suggest an erudite Alim and speaker who could match the debating prowess of Maulvi Ismail, the famous Shi'a speaker. Hazrat Ji rua replied, 'Set the date, the other arrangements will be taken care of.' On the persistence of Makhdoom Sahib, he spoke out involuntarily, 'What if I am the speaker?' This remark took Makhdoom Sahib by surprise, but all the same he had it announced that on such a date a Manazara would be held in Kot Miana between Maulvi Ismail the Shi'a debater and Hazrat Ji-rua. People from far and wide came to attend the debate but Maulvi Ismail after hearing Hazrat Ji-rua's name did not muster the courage to face him. Therefore, the Manazara could not be held, nevertheless Hazrat Ji-rua, as was his practice, addressed the assembly.

If, for any reason, a Manazara was cancelled, Hazrat Ji--rua would go ahead with his address, which dealt with the subject of reformation and correction, however the most important point of all his addresses would invariably be the eulogy for the Sahabah Karam-rua. There was no further need to hold Manazaray in Kot Miana, because after the disappearance of Maulvi Ismail, the truth had dawned on the people; in the manner of: "Truth has arrived and falsehood perished" (Bani Isra'il v.81).

Thereafter, it happened many times that Hazrat Ji-rua's name was announced to get rid of Maulvi Ismail, and he would not take part in the

Hayat-e-Javidan Chapter 11

A Life Eternal (Translation)

Hazrat Ji-rua's Debating Era

He would turn the objectors' criticism around and toss it back at them, and in this way these people would be cornered and hemmed in by their own arguments.

Once, Hazrat Ji-rua was speaking of the mutual love and relationship between the Sahabah Karam-rau. During the discourse, he happened to mention the marriage of Hazrat Umme Kulsoom-rau, the daughter of Hazrat Fatimah-rau, to Hazrat Umar-rau, when the opposing speaker interjected, 'Limit your discourse to the Quran and Hadees.'

Hazrat Ji-rua replied, 'I am speaking about the Quran and Hadees.'

The opponent asked Hazrat Ji-rua: 'Prove this marriage from the Quran.'

'Absolutely,' said Hazrat Ji-rua

'I am bringing the Quran, you will have to provide the reference.'

Hazrat Ji-rua said: 'Bring the Quran.'

When he brought the Quran, Hazrat Ji-rua said, 'Look it up yourself, I will give you the Ayat.'

The opponent asked, 'Which Surah?'

Hazrat Ji-rua answered, 'Open the Quran where it mentions the marriage between Hazrat Fatimah-rau and Hazrat Ali-rau, the Ayat following it discusses the wedding of Hazrat Umar-rau to Hazrat Umme Kulsoom-rau.'

This is how Hazrat Ji-rua turned the tables on his opponent! On this occasion when the discussion was about the mutual love and relationship between the Sahabah Karam-rau, a blow dealt in this manner was a suitable reply to absurd reasoning.

Talking later about this incident Hazrat Ji-rua-rua would say: 'Had I said: Is the Quran a marriage register where marriages are recorded, the audience, which comprised mostly of simple villagers, would have thought that Maulana Allah Yar Khan could not provide the proof through the Quran, therefore I decided to say: 'Yes it is (mentioned) in the Quran'.

Hazrat Ji-rua used the same method on another objector called Basheer. Before the birth of Pakistan, a 'Manazara' was held at Tamman (Talagang) to discuss a topic that was purely doctrinal: The stance of the Shari'ah on raising hands (for every Takbeer) and folding the arms during Salah. The objector Basheer, instead of literary reasoning, propped his speech with meaningless fables and deceptive traditions. Under the barrage of Hazrat Ji-rua piercing questions, he was left speechless and the local villagers gave him a sound sending off. After this tough experience whenever he heard Hazrat Ji-rua's name he would scamper off.

After a long break he was invited to speak in Misriyal (Tehsil Fateh Jang), and the organizers came to invite Hazrat Ji-rua. Although Hazrat Ji-rua had left speaking at Manazaray by this

MONTHLY
Al-Murshid

الله
رسول
محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب
کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا
قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ فَأَخْبِرْنِي
بِشَيْءٍ أَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

Hazrat Abdullah bin Basar (R.A.U) narrates that a person requested the Prophet (S.A.W.S) to prescribe him an easy and comprehensive act as he felt he could not do justice to worship as it deserved to be done. The Prophet (S.A.W.S) said: "Your tongue should always remain engaged in Allah's Zikr",

The bounties of the world are related to this life, but the bounties of both the worlds are related to the life that one gets at the noble feet of the Prophet S.A.W.S. the basis of which is the annunciation of the Prophet S.A.W.S.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

... COLLEGE ROAD TOWNSHIP LAHORE

الحمد للہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراً سن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریباً تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراً ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255